رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردُو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت
خواجہ کمال الدین (بی۔ اے ایل ایل بی) و مولوی صدر الدین (بی۔ اے بی ٹی)

جلد (۱) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۵ء نمبر (۴)

فہرست مضامین ماخوذ از اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۵ء

۱- شذرات صفحہ ۱۲۹
۲- اجتماع و تبدیلی مذہب ۱۴۱
۳- مسجد ووکنگ میں انوار ۱۴۴
۴- بے تعصبی ۱۴۳
۵- قرآن کریم اور عقل ۱۶۹
۶- مذہب اسلام ۱۸۳
۷- اسلام نے کیوں ظاہر کے شریعت کو قائم رکھا صفحہ ۱۹۲
۸- منطقی فلسفہ ۱۹۹
۹- خطبہ
۱۰- حدیث نبوی ۲۱۰
۱۱- ملاؤں میں تبلیغ اسلام

... پریس ... ۱۹۱۵ ...

قیمت سالانہ تین روپے (۳)

اشتہار کتب خواجہ صاحب

مسلم پرئیر۔ مصنفہ خواجہ صاحب انگریزی ۔۔۔ ۴؍

ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام۔ مصنفہ لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی ۔۔۔ ۱۲؍

صحیفہ آصفیہ "تبلیغ بنام حضور نظام حیدرآباد دکن" مصنفہ خواجہ صاحب ۔۔۔ ۲؍

بنگال کی ویجوئی۔ انگریزی اُردو ہر دو ایک ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت

مسلم ایٹیچیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ۔ انگریزی ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت

کرشن اوتار۔ محصول ڈاک آنے پر مفت۔ پیغام صلح محصول ڈاک آنے پر مفت

مسلم مشنری کے ولایتی لیکچروں کا سلسلہ اردو انگریزی ہر دو برائے محصول ڈاک مفت

اسلامک ریویو و مسلم انڈیا۔ انگریزی ۱۹۱۳ء ۶؍ ۱۹۱۴ء ۶؍

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ۔ مترجمہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے چھپ کر شائع ہو گئے ہیں قیمت ۶؍

ملنے کا پتہ۔ مینیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار پیغام صلح لاہور

وہ اخبار ہے جو فرنگستان میں اسلامی کوششوں کی صحیح خبریں خواجہ کمال الدین صاحب اور اُن کے ہمراہیوں کی کامیابیوں کے حالات سناتا اور جنگ یورپ کی تازہ خبریں ہر ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان اور دیگر ممالک کے قابل تذکرہ واقعات دلچسپ تنقیدات اور دلکش ادائے بیان کے ساتھ اسلامی جذبات کو متحرک کرنے اور قائم رکھنے کا بیان بحسن و خوبی انجام دیتا ہے اور اپنی دل ربا خصوصیات کے لحاظ سے ملک کا بے نظیر اخبار ہے۔ قیمت سالانہ چھ روپے (۶؍) ششماہی تین روپے (۳؍) سہ ماہی ایک روپیہ نو آنہ (۱؍۹) ماہوار نو آنہ (۹)

المشتہر۔ مینیجر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہٗ ونصلی علٰے رسولہِ الکریمہ

اشاعت اسلام

شذرات

حصول مقصد میں کامیابی

اس رسالے کے اجرا کی اغراض میں سے ایک غرض یہ تھی - کہ اُن غلط بیانیوں کی اصلاح کی جائے جو متعصب مصنفین نے اسلام کے متعلق کی ہیں - یہ غرض اُس خاص دائرہ کے اندر حاصل ہو چکی ہے جس میں یہ رسالہ کام کرتا رہا ہے - اور نہ صرف سے اس حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے - کہ اس نے غلط خیالات کو دور کر دیا ہے - بلکہ اس کی کوششوں کو خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے بہت بڑھ کر بارآور بنایا ہے اور ان [illegible] وال نے دو اس رسالے نے تھوڑے عرصے کے اندر پھیلائے ہیں بہت سے دلوں میں گھر کر کے ایک نمایاں کامیابی حاصل کی ہے - مدنی حیثیت کے لحاظ سے یہاں پبلک کو تین حصوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے - یعنی اُمرا - متوسط الحال اور مزدوری پیشہ لوگ - ان میں سے آخری طبقہ کی حالت عموماً بُری ہے اور اُن کی عاجزانہ نگاہیں اُن کا لباس ان کی زندگی کی ساری طرز رحم اور ہمدردی پیدا کرنے والی ہیں - وہ اس قدر شکستہ حال ہیں اور اُمرا اور متوسط درجے کے لوگ ان سے عموماً ایسا سلوک کرتے ہیں کہ ان کی حالت اس قدر

ہیں اور اس قوم کے اندر قریباً قریباً وہی ہے جو شودروں کی ہندوؤں میں۔ اسلام کی جمہوری تعلیم کسی جماعت کو بھی علیحدہ نہیں کرتی بلکہ سب پر یکساں حاوی ہے اور جس طرح وہ اپنا اثر ایک امیر پر ڈالتی ہے اُسی طرح ایک غریب مزدور بھی اس سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے۔ مگر اب تک یہ خوش نصیبی ہمارے حصہ میں نہیں آئی۔ کہ اس طبقہ کے لوگوں میں سے بھی کوئی ہمارے ساتھ شامل ہو کہ جن کو افلاس نے اس درجے تنگ کر رکھا ہے۔ کہ اُن کی حالت عملاً فاقہ کشی تک پہنچی ہوئی ہے اور جن کی گذر اوقات انہی چند پیسوں پر ہوتی ہے جو انہیں مل جاتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالےٰ کے فضل سے دوسرے انتہا پر یعنی اعلےٰ طبقے کے لوگوں میں سے مختلف اقوام یورپ میں سے بعض ایسے لوگ جن کی رگوں میں شاہی خون بہتا ہے۔ ایک نواب ایک اعلےٰ طبقہ کی خاتون اور درمیانی طبقہ کے بہت سے لوگ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آگئے ہیں۔ اللھم صل وسلم وبارك علےٰ نبیك ورسولك +

پھر ایک اور تقسیم سوسائٹی کی اُن کے ذہنی قوے کے نشوونما کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ اور اس کے اندر پھر ایک تقسیم مذہبی گروہ اور عوام کی ہے۔ ان دونو قسم کے علمی طبقہ کے لوگوں کو اسلام کی دلکش اور مفید تعلیم نے اپنی طرف متوجہ کیا ہے اور وہ نہ صرف اس عالمگیر اخوت کے اندر شامل ہی ہوئے ہیں بلکہ اس کے اعلےٰ درجے کے علمی مضامین اکثر اس رسالہ کے صفحات کو زینت دیتے اور ناظرین کے لئے باعث دلچسپی ہوتے ہیں +

مذہبی طبقہ کے لوگوں پر اسلام کی پاک تعلیم نے ایک اور رنگ کا اثر پیدا کیا ہے۔ اُن کے جو کچھ خیالات اسلام کے متعلق پہلے تھے اُن کے اندر بڑی بھاری تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ وہ عام جلسوں تک بھی اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرتے اور اُس کے پاکیزہ اصول کی تعریف کرتے ہیں اور اُن لوگوں کو جنھوں نے اسلامی تعلیم کے متعلق غلط بیانیاں کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے کھلے طور پر ملامت کرتے ہیں۔ یہ ایک نہایت مبارک فال ہے اور اس رسالہ کی کامیابی کا اِس سے خوب اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ طبقہ ہے جو قوم کے مذہبی خیالات پر حکمران ہونے کی وجہ سے قومی خیالات کی رو کو ایک یا دوسری طرف لے جا سکتا ہے۔ اگر تم کو خیالات کے اصل سرچشمہ کو پاک کرنے کا موقعہ مل جائے بالخصوص مذہبی جذبات اور خیالات

کوتو تم اپنے آپ کو اس عظیم الشان کامیابی پر مبارک باد دے سکتے ہو تم نے ایک نہایت بڑے اور پاک مقصد کو حاصل کر لیا ہے۔ ہمارے پاس تحریریں۔ شہادتیں پہنچتی رہتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہماری عاجزانہ کوششوں نے انسانیت اور اسلام کی کس قدر خدمت اس پہلو سے انجام دی ہے۔ اسی رسالہ میں دوسری جگہ ایک نہایت فاضلانہ اور واضح خطبہ پادری میکسویل کنگ کا درج ہے۔ جس میں اُنھوں نے اپنی قوم کو ایک نہایت مفید نصیحت کی ہے اور بار بار اسلامک ریویو (یعنی اس رسالہ) کے صفحات کا حوالہ دیا ہے۔ یہ ایک نہایت خوشی کی بات ہے۔ کہ وہ اس رسالہ سے اس قدر دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کے خیالات کی ایسی قدر کرتے ہیں کہ اپنے خطبہ کا مضمون ہی گویا اُنھوں نے ان خیالات کو تجویز کیا ہے۔ ان کے اس طرز عمل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذہب۔ آزادی خیال۔ اپنے اعتقادات کے اظہار کی اخلاقی جرأت اور تربیت کے لحاظ سے وہ اس اعلےٰ مقام پر پہنچے ہوئے ہیں۔ کہ جہاں تعصب اور تنگ خیالی کا ناپاک اثر نہیں پہنچتا۔ جو اکثر مذہبی کام کرنے والے لوگوں نے اپنا شیوہ بنا رکھا ہے علم الہیات کے بعض دیگر فضلا نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے اور غالباً ان میں سے ایک کی تقریر اگلے مہینے کے رسالے میں درج ہوگی +

اجتماع

وہ اجتماع جن میں پبلک شامل ہو سکتی ہے۔ باقاعدہ طور پر مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے بی ٹی کی امامت میں مسجد ووکنگ میں ہر اتوار کو تین بجے شام کے اور لنڈسے ہال ناٹنگ ہال گیٹ میں ہر جمعہ کو ۱۲ بج کر ۲۵ منٹ پر ہوتے ہیں +

تبدیلی مذہب

اسلام میں برابر لوگ داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جو لوگ تبدیلی مذہب کا اعلان

کرنا چاہتے ہیں یا تو وہ خود مذکورہ بالا دو نو مقامات میں سے کسی مقام میں آجاتے ہیں یا اپنی تجویز بھیج دیتے ہیں۔ انگریزی قوم کی ذہانت اخلاقی جرأت اور آزادی خیال کا یہ بڑا بھاری ثبوت ہے۔ کہ وہ جب اسلام کی معقولیت کو سمجھ لیتے ہیں اور اس کی پاک اور مفید تعلیم جو ہر قسم کی تمدنی ملکی اخلاقی اور روحانی پیچیدہ سوالات کا سیدھا سادہ جواب اپنے اندر رکھتی ہے ان کے دلوں پر اپنا اثر ڈالتی ہے۔ تو وہ تبدیلی مذہب کا اعلان کر دیتے ہیں +

مسجد ووکنگ میں اتوار

مسجد ووکنگ میں اتوار نے اپنے لئے ایک علیحدہ خصوصیت قائم کر لی ہے۔ اس دن ایک اسلامی پھانا خاصہ مجمع غور و فکر کرنے والے اور مذہبی خیالات کے لوگوں کا وہاں ہو جاتا ہے جو نہ صرف قصبہ ووکنگ سے آتے ہیں بلکہ دور مقامات سے بھی ان لیکچروں کو سننے کی خاطر اس اجتماع میں شامل ہوتے ہیں۔ گذشتہ اتوار غیر معمولی طور پر ایک کامیاب دن تھا۔ برٹش مسلم سوسائٹی کا ایک منتخب جلسہ تھا جس میں لارڈ ہیڈلے صدارت کی کرسی پر متمکن تھے۔ اور اس کے بعد مہمانوں کی دعوت اسلامی اخوت اور اسلامی تمدن کی جمہوریت کا اعلان کر رہی تھی۔ مولوی صدرالدین امام مسجد ووکنگ فیاض میزبان کا کام کر رہے تھے جیسا کہ وہ ہر اتوار کو کرتے ہیں۔ اور کھانے کی میز کے گرد گرد نہ صرف دنیا کے مختلف حصص سے آئے ہوئے لوگ تھے بلکہ دنیوی طور پر مختلف حیثیتوں اور مختلف طبقات کے لوگ بھی تھے۔ مشرق اور مغرب۔ بڑے اور چھوٹے کا امتیاز اسلام کے جھنڈے اور اس کی طاقت اور اثر کے نیچے زائل ہو گیا تھا۔ روسی شہزادہ عطاء الرحمن شیخ جلال الدین محمد یورک کے ورج اور مصری شہزادی صالحہ اور لارڈ ہیڈلے بغیر کسی امتیاز کے اسی میز پر کھانا کھا رہے تھے جس پر ان کے کم درجے کے بھائی بھی بیٹھے ہوئے تھے +

نماز ظہر۔ خاصی تعداد نمازیوں کی تھی اور لارڈ ہیڈلے کا لیکچر جس کا مضمون "بے تعصبی"

تھا سُننے کے لئے مسجد حاضرین سے بھری ہوئی تھی ۔ بہت سے فاضل اور قابل غیر مسلم جیسے ڈاکٹر ڈلا انبو اور مسٹر لوگرو حاضرین میں ممتاز طور پر نظر آتے تھے ۔ لارڈ موصوف کا لکچر نہایت موثر تھا ۔ کیونکہ وہ عملی تجربے پر مبنی تھا ۔ اس میں عیسائی عقاید کے کٹا پن کے پہلو کو کھول کر بیان کیا گیا اور اس تعصب اور طرفداری کا ذکر تھا جو عموماً عیسائیوں کو دوسرے معقول مذاہب کے مطالعہ سے اس لئے روکتے ہیں ۔ کہ ایسا نہ ہو کہ کسی دوسرے مذہب کی معقولیت کے حقے سے مسیح کی خدائی کا عقیدہ جس کی بنیاد بڑے توہم پر تھی تنزلزل نہ ہو جائے +

لارڈ ہیڈلے کے بعد ایک پُر جوش تقریر اسی مضمون پر ڈاکٹر یوسف مصطفےٰ ایم اے ڈاکٹر آف فلاسفی ایل ۔ ایل ڈی ۔ ایف ۔ ایس جی نے کی ۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ مسلمان نہیں جو مسیح کو کسی تخت سے نیچے اُتار رہے ہوں ۔ بلکہ یہ عیسائیوں کا قصور ہے جنہوں نے مسیح کو اُس جگہ پر جا بٹھایا ۔ جو صرف ایک ذات واحد کے لئے مخصُوص ہے اور مخصوص رہنی چاہئے ۔ جو قادر علیم رحمان اور رحیم ہے ۔ جو غنی حی اور قیوم ہے جو نہ خود پیدا ہوا نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا ۔ اُنہوں نے کہا ۔ کہ عیسائیوں میں متعصبانہ جوش بہت ہے ۔ مسلمان حضرت موسےٰ اور مسیح اور تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اُسی طرح عزت کرتے ہیں جس طرح وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزّت کرتے ہیں اُنہوں نے لارڈ ہیڈلے کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ اس نازک وقت میں بہت زیادہ ضرُورت اِس بات کی ہے ۔ کہ بے تعصبی دکھائی جائے اور صرف ایک قادر ذوالجلال پر بھروسہ کیا جائے ۔ اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعہ کو جب آپ صرف ایک ساتھی کے ساتھ ظالموں کے ہاتھ سے بھاگ رہے تھے پُر درد الفاظ میں بیان کیا اور بتایا کہ دونو نے ایک غار میں پناہ لی ۔ ان کے پیچھے ہی اُن کے دشمن بھی آ پہنچے ۔ اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُن کے پاؤں کی آہٹ کو سنا تو آپ نے کہا کہ ہم صرف دو ہیں اور دشمن بہت ہیں ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ دو نہیں ہم تین ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے اور یہی سچ نکلا +

لارڈ ہیڈلے کی درخواست پر مولوی صدر الدین صاحب نے بھی تقریر کی اُنہوں نے

کہا کہ مسلمانوں کی بے تعصبی نہ صرف نسل اور رنگ کی حدود کی پروا نہیں کرتی بلکہ خود قومیت کی قید سے بھی آزاد ہے۔ یورپ قومیت کے تعصبات کا شیدا ہو رہا ہے۔ جرمن بحیثیت ایک قوم کے اب انگریزی قوم کے دشمن سمجھے جاتے ہیں۔ مگر اسلام کسی قسم کے قومی امتیاز کی قید کو جائز نہیں رکھتا۔ چین اور رُوم کے مسلمان۔ مراکش اور ہندوستان کے مسلمان سب ایک ہیں۔ اور اس طرح پر اسلام کی اخوت عالمگیر اخوت ہے۔ اُنہوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا۔ کہ عیسائی اس بات سے ڈرتے ہیں۔ کہ اُن کے عقاید پر معقولیت کی روشنی پڑے مگر اسلام ہر قسم کی تحقیق اور معقولیت کا حامی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں خود اگر قرآن کریم کو معقولیت کے پہلو سے سچا نہ پاؤں تو اسے مان نہیں سکتا۔ اُنہوں نے کہا کہ تمام نسل انسانی کی ایک عالمگیر اخوت قائم ہونی چاہئے۔ جس میں رنگ اور نسل۔ مذہب اور قوم کا کوئی امتیاز نہ ہو +

لارڈ ہیڈلے کی ایک پُر جوش دعا کے ساتھ جلسہ ختم ہُوا

قدوائی

بے تعصبی

یہ وہ ایڈریس ہے جو ۱۲۔ فروری سن رواں کو مسجد ووکنگ میں رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے (شیخ رحمۃ اللہ فاروق) نے دیا +

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ۚ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ۚ لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ۗ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ۚ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ۚ ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء ۚ وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض ۚ ولا یؤدہ حفظھما ۚ وھو العلی العظیم ۝ ترجمہ۔ اللہ۔ نہیں کوئی معبود سوائے اُس کے وہ خود زندہ زندگی کا سرچشمہ تمام

بالذات اور سب کے قیام کا موجب ہے۔ اُسے نہ تو اونگھ پکڑتی ہے اور نہ نیند۔ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اُس کے حضور شفاعت کر سکے مگر اُسی کی اجازت کے ساتھ۔ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے۔ اور وہ احاطہ نہیں کر سکتے اُس کے علم میں کسی چیز کا بھی مگر جتنا وہ خود چاہے۔ اُس کی سلطنت آسمانوں اور زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور وہ اُن دونوں کی حفاظت سے تھکتا نہیں اور وہ بلند برتر اور بڑی عظمتوں والا ہے +

(قرآن کریم)

کچھ دن گذرے کہ میں اپنے خطوط کو کھول رہا تھا۔ تو اُن میں مجھے اپنی ایک رشتہ دار خاتون کا خط نظر پڑا۔ جس میں لکھتی ہیں۔ کہ آئندہ آپ مجھے اسلامک ریویو کا کوئی اور رسالہ نہ بھیجیں کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ میں اس بات پر موت کو ہزار درجہ ترجیح دیتی ہوں۔ کہ مسیح کو حقیقی خدا نہ مانوں۔ اُس وقت تو ان الفاظ کے صحیح مفہوم کو میں سمجھ نہ سکا۔ مگر اب میں سمجھ گیا ہوں۔ کہ دراصل اس ہمہ صفت موصوف اور مخلص عیسائی خاتون کا اس سے مطلب یہ تھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ اسلامی تعلیم کا کثرت سے مطالعہ کرنے کا یہ نتیجہ ہو۔ کہ مسیح کی الوہیت پر اُس کا ایمان کمزور پڑ جائے۔ جس حالت میں کہ یہی ایمان اُس کو سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔ اور یہ عین اُسی اصول کے مطابق ہے۔ جس کے رُو سے مسیح کی الوہیت پر ایمان لانا نجات کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اور جو دوسرے لفظوں میں یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ گرجے کے باہر کوئی نجات نہیں +

میں یہ ضرور کہونگا۔ کہ اگر کسی عقیدہ کو کوئی شخص محض اس وجہ سے قبول کرتا ہو۔ کہ وہ بچپن سے اُس کو سکھایا گیا ہے۔ اور پھر بعد میں جب وہ بالغ اور تجربہ کار ہو جائے۔ تو دوسرے عقائد کی تحقیقات سے احتراز کرے۔ تو اس شخص سے بڑھ کر اپنی کمزوری کا معترف اور اپنے عقائد کی بے اعتباری ثابت کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ نہایت معقول اور انصاف کی بات ہے۔ کہ ہم دوسرے لوگوں کے خیالات بھی تو سنیں کہ وہ موجودہ دنیا کی نسبت

اور آئندہ عالم کی نسبت جہاں ہم سب نے جانا ہے اور جس کا بہت تھوڑا علم ہمیں دیا گیا ہے کیا رائے رکھتے ہیں۔ اس معاملہ میں اسلام بڑی وسیع نظر رکھتا ہے اسلئے مذہب عیسوی میں یا کسی دوسرے مذہب میں اگر کوئی خوبی ہے۔ تو ہم اُس پر غور کرنے کے لیئے ہر وقت نہایت خوشی سے تیار رہتے ہیں اور ہمارے دل میں یہ کبھی بھی واہمہ نہیں گذرتا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ تحقیقات یا بحث سے اسلام پر جو ہمیں ایمان ہے تنزلزل ہو جائے۔ چنانچہ اب جو میں مذکورہ بالا خط میں سے چند اقتباسات پڑھنے لگا ہوں۔ تو اسی بے تعصبی اور وسیع الخیالی سے پڑھنے لگا ہوں جو اسلام کا خاصہ ہے۔ اور جس میں سرد مہری اور بے مروتی کی ملونی ہرگز نہ ہوگی وھو ھذا +

"وہ (مسیح) ہمیشہ سے دُنیا میں سب سے بڑی طاقت رہا ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ اگر وہ مردوں میں سے نہیں جی اُٹھا۔ تو ہم پھر ہرگز ہرگز اپنے پیاروں کو دیکھ نہ سکینگے۔ لیکن نہیں۔ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ اور سونے والوں کا پہلا پھل وہی ہے کیونکہ آدم میں ہو کر ہم سب مرتے ہیں اور مسیح میں ہو کر ہم سب زندہ کئے جائینگے" +

پھر بائبل کی نسبت وہی راقمہ کہتی ہیں +

" اگر تم ٹھنڈے دل سے بائبل کو پڑھو گے تو تم پیدائش کے پہلے باب سے شروع کر کے مکاشفات کے اخیر تک ہر ایک چیز کو خواہ وہ قربانی ہے یا کچھ اور مسیح ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پاؤ گے۔ مسیح اپنی نسبت کہتا ہے۔ کہ کوئی باپ تک نہیں پہنچ سکتا مگر میرے واسطے سے"۔ اور پھر بائبل کہتی ہے "کہ کسی اور میں نجات ہرگز نہیں کیونکہ آسمان کے نیچے مسیح کے سوا اب اور کوئی نام انسان کے لئے نہیں جس کے ذریعے سے ہم نجات پا سکیں"۔ پس یہ باتیں خدا کے کلام میں لکھی ہیں اور نہایت صفائی کے ساتھ" +

راقمہ نے ان اقتباسات میں پولوس کی تعلیم کا ہی خلاصہ بیان کیا ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ آئندہ زندگی کی ساری اُمیدیں مسیح کے مردوں میں سے جی اُٹھنے کے ساتھ وابستہ ہیں اور نیز پطرس کی تعلیم کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ جو بیان کرتا ہے کہ مسیح کے نام کے ساتھ ہی ہماری نجات وابستہ ہے۔ یہ عیسویت کی اصولی تعلیم ہے۔ مگر میں اس تعلیم کو ہمیشہ مسیح کے اپنے کلام

سے مختلف پاتا ہوں۔ کیا وہ پیغامات جو مسیح نے دنیا کو پہنچائے اور کیا وہ گفتگو جو مسیح کی شیطان سے بیابان میں ہوئی۔ سب کے سب اُس تعلیم سے جو پولوس و پطرس نے پیش کی مختلف ہے۔ جب شیطان مسیح کو بیابان میں لے گیا۔ تو ایسا بیان کیا جاتا ہے کہ اس کو بہکانے کے لئے شیطان نے بہت سے لالچ دئے اب سب سے اوّل تو یہ سوچنا چاہئے۔ کہ مسیح اگر خدا تھا۔ تو شیطان کا اس کو آزمانا کیا معنی؟ کیونکہ اس سے بڑھ کر قابل شرم اور کفر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ خدائے مالک الملک اور علےٰ کل شئے قدیر کی نسبت یہ گمان کیا جائے۔ کہ وہ آزمائش سے متاثر ہو سکتا ہے اور بحیثیت خدا ہونے کے مسیح کا شیطان کی آزمائش اور تحریکوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنا کیسا لغو ہے۔ کیونکہ خدا ایسی کمزوریوں سے پاک اور برتر و بالا ہے۔ لیکن اگر یہ مانا جائے۔ کہ مسیح ملہم ربانی تھا۔ اور انسان کے لئے ایک اعلےٰ نمونہ تھا۔ تو پھر ہمیں مسیح کی پر شوکت کلام کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں "۔ انسان صرف روٹی سے نہیں۔ بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے جیتا ہے"۔ "تو اپنے خداوند خدا کو مت آزما"۔ "تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُس اکیلے کی بندگی کر" ان تمام فقروں میں مسیح نے بتلایا ہے کہ وہ اُس خدا کو جو آسمان پر ہے اپنا مالک اور آقا سمجھتا تھا۔ ان فقروں کی کچھ بھی تاویلیں کی جاویں لیکن اُن صاف صاف اور کھلے کھلے لفظوں کو کہاں لے جائینگے جو مسیح نے اس نوجوان کے جواب میں کہے تھے جب اس نے مسیح سے دریافت کیا تھا کہ وہ کیا کرے تا ابدی زندگی کا وارث ہو۔ نوجوان نے جب اس طرح خطاب کیا کہ "اے نیک اُستاد" تو مسیح نے فوراً کہا کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں سوا اُس ایک کے جو خدا ہے +

کچھ شک نہیں۔ کہ عیسائی لوگ نہایت اخلاص اور جوش سے اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ بپتسمہ۔ عشائے ربانی۔ الوہیت مسیح نہایت ضروری چیزیں ہیں اور ان کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اور ان اصولوں میں اس قدر تعصب برتا جاتا ہے۔ جس کا نام ونشان تک اسلام میں نہیں پایا جاتا۔ ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا ایک ہے اور صرف ایک ہے اور اُسی کی فرمانبرداری اور عبادت شفقت علےٰ خلق اللہ۔ نجات کے لئے کافی ہیں لیکن

مجھے کم سے کم ایسا مسلمان کوئی نہیں ملا۔ کہ وہ اس بات پر زور دے۔ کہ اگر کوئی اس سے اختلاف رکھے تو نجات ناممکن ہے۔ میں اپنے مطلب کو زیادہ واضح کر دیتا ہوں وہ یہ کہ ایک متعصب عیسائی ایک خدا پر بھی ایمان رکھتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ایمان رکھتا ہے۔ کہ مسیح خدا تھا اور زور دیتا ہے کہ اس عقیدہ کے بغیر جہنم سے کبھی نجات نہ ہوگی۔ لیکن برعکس اس کے سچا مسلمان ایک خدا پر ایمان رکھتا ہے لیکن وہ یہ نہیں مانتا۔ کہ دوسرے لوگ ایک غیر منقطع عذاب میں رہینگے۔ اور اس سے ان کو کبھی بھی نجات حاصل نہ ہوگی۔ یہ کیسی قابل افسوس بات ہے کہ مشرق و مغرب کے یہ دو نو مذہب جو در اصل ایک ہی جڑ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک ایسے مسئلہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں جس کا در اصل ان کی اپنی تعلیموں و تحریروں سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے جیسا کہ پہلے بھی کہا ہے۔ کہ سب سے زیادہ ضروری سوال یہ ہے۔ کہ کیا مسیح نے خدا کا پیغام دنیا کو پہنچایا؟ اگر اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہاں۔ تو پھر دنیا کے لئے اگر کوئی چیز قابل قبول ہے۔ تو وہ مسیح کے اپنے الہامات اور انکشافات ہیں نہ کسی اور کے اپنے دماغ کی نکلی ہوئی باتیں +

اس بات پر بحثیں کرنا۔ کہ مسیح خود خدا تھا۔ یا خدا کی طرف سے ملہم تھا۔ بالکل فضول اور عبث ہے۔ کیونکہ یہ ایک صاف بات ہے۔ کہ جو انسان بھی دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ خدا کی مخلوق ہی ہوتا ہے۔ ہاں اسے ایک رنگ میں خدا کا بیٹا بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ وہ خدا کے اخلاق میں کم و بیش رنگین ہوتا ہے۔ لیکن با ایں ہمہ انسانوں میں سے ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو موسےٰ و عیسےٰ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح ملہم ربانی ہوں۔ یہ لوگ خدا کے برگزیدہ ہوتے ہیں جن کی تعظیم و عزت ہر وقت ہمارے دلوں میں ہونی چاہئے +

قرآن کریم میں آتا ہے۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سوآءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ ترجمہ۔ کہدے اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے یعنی خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں۔

اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اپنا رب نہ پکڑے پھر اگر یہ لوگ پیٹھ پھیریں تو کہدو کہ گواہ رہو کہ ہم تو اُسی کے فرمان بردار مسلم ہیں"+

پھر قرآن کریم فرماتا ہے - قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم و اسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰے وعیسٰے وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۔ ترجمہ - کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اُس پر جو اُتارا گیا ہماری طرف اور جو اُتارا گیا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق پر یعقوب اور اولاد یعقوب پر اور جو دیا گیا موسٰے اور عیسٰے اور تمام نبیوں کو اُن کے رب کی طرف سے - ہم اُن میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے - اور ہم اُسی (ایک خدا) کے فرمانبردار مسلم ہیں"+

دنیا کی تاریخ میں ایسا وقت کبھی نہیں آیا جس میں ہمارے زمانہ سے بڑھ کر تسلیم ورضا اور بے تعصبی کی اشد ضرورت ہو - ہم کو اپنے عزیز سے عزیز اور قریبی سے قریبی کی موت پر اپنے ملک کے شریف فرزندوں اور لاکھوں پونڈوں کے نقصان پر سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور رضا بالقضا کے کوئی چارہ نہیں - اور ہر موقعہ پر ہمیں اپنی بے تعصبی کا نمونہ دکھانا ضرور ہے - روح کے لئے یہ ایک بڑی تربیت کا وقت ہے گو اس کا برداشت کرنا آسان کام نہیں ہے - صرف وہی لوگ ان غموم وہموم کو نہایت طمانیت خاطر سے جھیل سکتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی مشیت کے آگے کامل طور پر اپنی گردن رکھ دی ہے اور توکل کے لئے اس کی ہر ایک تقدیر سے جو اُن پر وارد ہوتی ہے خوشی خوشی بچی فرمانبرداری کے ساتھ راضی رہتے ہیں +

قرآن کریم اور عقل

تمام اسلامی اصول اور عقائد خدا کی آخری کتاب قرآن کریم میں جو مسلمانوں کی الہامی

کتاب ہے موجود ہیں اور اُن پر کافی بحث کی گئی ہے۔ اس خدائی کتاب میں انسان کی زندگی کے جو اصول باندھے گئے ہیں وہ نہ صرف سخت سے سخت تنقید کے مقابلہ میں ہی اعلےٰ اور اکمل ثابت ہوئے ہیں۔ بلکہ اُس کتاب نے انسانی زندگی کے ہر ایک پہلو پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔ قرآن میں لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ ایک ایسا اصول ہے جو صرف اسی کتاب ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور جس نے انسان کو اپنے خیالات میں کامل آزادی دی ہے۔ چنانچہ ایک اور جگہ بھی قرآن کریم فرماتا ہے وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔ **ترجمہ** "کہدے یہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے"۔ یہاں بھی مذہب اور الہیات میں خیالات کو کامل آزادی بخشی ہے۔ اور ہمیں اُن قیدیوں کی طرح نہیں بنایا گیا جن کا کام ہی یہ ہے کہ خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں۔ کشتی چلانے کے لئے ہاتھ اور پاؤں مارے جائیں۔

انسانی عقل اور فطرت اس بات سے سخت نفرت کرتی ہے۔ کہ مذہب کے بارے میں اُسے مجبور کیا جائے۔ اور اس طرح صرف یہی نہیں۔ کہ حریت انسانی کی سخت ذلت متصور ہوتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی صفات حسنہ پر بھی حرف آتا ہے۔ جس نے ایسے تنگ اصول مرتب کئے۔ کہ انسانی عقل کو جسے خود ہی اُس نے انسان کے اندر ودیعت کیا تھا کام کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ لیکن ہم کو قرآن کریم پر فخر ہے۔ ہاں وہ قرآن جس کو ہم خدا کی کتاب اس لئے نہیں مانتے کہ ہمارا صرف ایسا ایمان ہے۔ بلکہ اُسے خدا کی کتاب اسلئے مانتے ہیں کہ وہ اپنے اندر کھلے کھلے ثبوت منجانب اللہ ہونے کی رکھتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انسان کو خدا نے پیدا کیا ہے اور اُسے جو کچھ اخلاق اور قوتیں خدا نے عطا فرمائی ہیں۔ وہ سب نہایت اعلےٰ مقصد کے لئے ودیعت کی ہیں۔ پس عقل بھی ایک قوت ہے۔ اور یہ ہمیں اس لئے بخشی گئی ہے کہ ہم اُس سے کام لیں اور سیدھے رستے پر اُس کے ذریعے سے چلیں۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ جو بھی خدا کی کتاب ہو۔ اور اُس میں جو بھی ہدایتیں ہوں وہ انسانی فطرت کے تمام قوےٰ اور اخلاق کو مدنظر رکھکر بنائی گئی ہوں۔

اگر ایسا نہیں ہے - تو ہم اس کتاب کو خدا کی کتاب نہیں مان سکتے اور نہ اس کی کوئی وقعت ہمارے دل میں ہو سکتی ہے - کیونکہ خدا کی مخلوق کے بہترین حصہ یعنی عقل کو جو کتاب ملحوظ نہیں رکھتی اور لوگوں کی خوش اعتقادی سے فائدہ اُٹھانا چاہتی ہے وہ اپنے مقصد کو خود ہی برباد کر دیتی ہے +

پس ایسی کتابیں جو الہامی ہونے کا دعوے کرتی ہوں اور عقل کو جواب دیتی ہوں اگر اُن کا ہم انکار کر دیں - تو ہمیں معذور سمجھنا چاہئے - کیونکہ ایک ایسی مخلوق ہیں جو اپنے سر میں عقل بھی رکھتی ہے کس طرح اس بات کا میلان طبع پیدا ہو سکتا ہے - کہ وہ مذکورہ بالا قسم کی کتابوں کو محض کورانہ تقلید سے خدا کی کتاب تسلیم کرے ہم انہیں تب ہی خدا کی کتاب مان سکتے ہیں جب اُن کے اصول خدا کے پیدا کردہ قوانین فطرت کے مطابق ہوں - کیونکہ خدا کے قول اور فعل میں مغائرت نہیں ہو سکتی - صحیفۂ قدرت اگر خدا کا فعل ہے - تو الہامی کتاب خدا کا قول ہے - پس خدا کے قول اور فعل میں مطابقت ہونی ضرور ہے - خدا کی کتاب کا یہ کام ہونا چاہئے - کہ ان قوتوں اور اخلاق کو جو خدا نے ہمارے اندر رکھے ہوئے ہیں کام پر لگا دے اور ترقی اور کمال پر پہنچا وے - اور یہی طریق ہے جس سے خدا کا قول خدا کے فعل سے تطبیق کھا سکتا ہے اور لوگوں کے دلوں پر اس کا قبضہ ہو سکتا ہے - خدا نے اپنی منشا اور اپنے نہایت فضل سے ہمیں نور عقل عنایت فرمایا ہے - تو اگر کوئی کتاب اس بیش بہا خدا کی عطا کردہ نعمت کا ہی قلع قمع کرنا چاہے - تو ظاہر ہے کہ وہ خدا کی منشا کے خلاف چلتی ہے اور جب وہ خدا کی منشا کے خلاف چلتی ہے تو پھر خدا کی کتاب کس طرح ہو سکتی ہے اور اس کتاب کا انجام ضرور ہے کہ فنا ہو کیونکہ جو کتاب خدا کی منشا اور فعل کے مطابق نہ ہو ضرور ہے - کہ وہ رفتہ رفتہ معدوم اور فنا ہو جائے - اب آؤ اسی معیار پر قرآن کو پرکھیں - قرآن بار بار انسان کو صحیفۂ قدرت کی طرف جو خدا کا فعل ہے توجہ دلاتا ہے - اور جس کی طرف توجہ کا ہی نتیجہ مختلف علوم طبعیات اور سائنس کا پیدا ہونا ہے - قرآن کریم ہمیں بتلاتا ہے کہ جو اصول وہ پیش کرتا ہے وہ صحیفۂ فطرت کے قوانین اور قوتوں کے عین مطابق ہیں - دونو کو ملا کر دیکھ لو -

اور تسلی کر لو اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان اصولوں پر چل کر انسان ہمیشہ سکھ پاتا اور امن میں رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم صاف لفظوں میں فرماتا ہے فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم۔ ترجمہ۔ خدا کی بنائی ہوئی فطرت یہی سیدھا دین پھر قرآن کریم اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس کی تعلیم کو خوب تحقیق اور تدبر کی نگاہ سے مطالعہ کرو اور پھر خدا کے بنائے ہوئے صحیفۂ قدرت سے مطابق کر کے دیکھ لو باطنی قوانین کو ظاہری قوانین سے اور خدا کے قول کو اس کے فعل سے تطبیق کر لو۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اولم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا۔ فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (الحج) افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا (محمدؐ) ان فی خلق السمٰوٰت والارض و اختلاف الیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیات لقوم یعقلون (بقرہ) ترجمہ"۔ کیا انہوں نے زمین پر سفر نہیں کیا پس اگر ان کے دل ہوتے تو یہ اُن سے سمجھتے اور کان ہوتے تو اُن سے سُنتے۔ یہ بات نہیں ہے۔ کہ اُن کی آنکھیں اندھی ہیں۔ بلکہ اُن کے سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہیں تو پھر کیا قرآن پر تدبر نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔ یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے اور اُن میں فرق پڑنے میں اور کشتیوں میں جو سمندر میں انسان کے لئے نفع بخش چیزیں لے کر چلتی ہیں اور بارش میں جو خدا بادلوں سے اُتارتا ہے اور اُس سے زمین کو اُس کے مرے پیچھے زندہ کر دیتا ہے۔ اور زمین میں ہر قسم کا جاندار پھیلانے میں اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں۔ اور اُن لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں نشان ہیں"۔

مذکورہ بالا آخری آیت کے آخری حصہ میں انسان کو اپنی خداداد عقل اور فکر سے

کام لینے کے لئے خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے۔ جن میں کورانہ تقلید کی سخت مذمت کی گئی ہے اور عقل و فکر سے کام لینے کی بار بار تاکید ہے۔ مثلاً

وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَـتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ ۞ ترجمہ۔ اور جب کہا جاتا ہے اُن کو کہ اُس کی پیروی کرو جو اللہ نے اُتارا ہے تو کہتے ہیں نہیں جی ہم تو اُسی طریقہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو چلتے ہوئے پایا۔ بھلا ان کے باپ دادا کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں اور نہ راہ راست پر ہوں تو بھی (وہ ان کی ہی پیروی کئے چلے جائینگے)۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الۡبُكۡمُ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ۞ ترجمہ۔ خدا کے نزدیک بدترین حیوانات وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے۔

اَفَمَنۡ يَّمۡشِىۡ مُكِبًّا عَلٰى وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰٓى اَمَّنۡ يَّمۡشِىۡ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۞ قُلۡ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ وَجَعَلَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ۞ ترجمہ۔ تو کیا جو شخص اپنا سر اوندھائے ہوئے چلتا ہے وہ زیادہ روبراہ ہو سکتا ہے یا وہ شخص جو سیدھا (تنا ہوا) راہ راست پر چل رہا ہے۔ کہدو کہ وہ تمہارا ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور تمہارے لئے سُننے کو کان اور دیکھنے کو آنکھیں اور سمجھنے کو دل بنائے لیکن تم لوگ بہت ہی کم (ان چیزوں کی) قدر اور شکر کرتے ہو۔

مختصر یہ کہ اسلام کی الہامی کتاب ناقابل فہم عقائد اور خلاف عقل اصولوں سے بیزار ہے۔ وہ تمام ایسی راہوں کی سخت مخالف ہے جو انسان کو عقل سے کام لینے سے معطل کردے اور چوپاؤں کی طرح بنادے۔ ایک اور جگہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰۤـئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ۞ ترجمہ۔ اُن کے دل تو ہیں۔ مگر اُن سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ اُن کی آنکھیں تو ہیں مگر اُن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے۔ اُن کے کان تو ہیں مگر اُن سے سُننے کا کام نہیں

لیتے۔ یہ لوگ چار پایوں کی مثل ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غافل اور بے پروا ہیں +

اب آؤ ہم ذرا اسلام کے سب سے بڑے مفسّر کی طرف توجہ کریں یعنی محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے مقدس اقوال پر نظر ڈالیں۔ تا اس مسئلہ پر وزیادہ روشنی پڑے۔ قرآن کریم کے علاوہ آپ کے وہ تمام اقوال اور احکام بھی جو آپ نے وقتاً فوقتاً فرمائے۔ ہمیشہ نہایت معقولیت پر مبنی اور راز ہائے باطنی کے عقدہ کشا اور یقین اور معرفت پیدا کرنے والے ثابت ہوئے۔ چنانچہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق میں آنحضرت کے چند اقوال پیش کرتا ہوں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں +

(۱) سب سے پہلی چیز جو پیدا کی گئی عقل تھی +

(۲) اللہ تعالے نے عقل سے بڑھ کر عمدہ یا مکمل اور مجلّا یا خوبصورت اور کوئی چیز پیدا نہیں کی مناقع جو اللہ تعالے دیتا ہے۔ اسی کی وجہ سے سمجھ بوجھ ہے۔ خدا تعالے کی ناراضگی بھی اسی کی وجہ ہے اور اسی کی وجہ سے اعمال پر جزا اور سزا ہے +

(۳) ایک شخص نماز۔ روزے۔ زکوٰۃ۔ حج اور تمام عمدہ کام کر لیتا ہے لیکن اب جو اُس کو ثواب ملیگا۔ تو اُس نیت اور سمجھ پر ملیگا۔ جس سے وہ یہ اعمال بجالایا ہے +

مذہب اسلام

(منقول از اخبار کرانیکل)

فسٹ پریسبیٹیرین چرچ نیوٹون روڈ میں سبت کی شام کو پادری آر میکسویل کنگ صاحب نے آج کل لکچروں کا ایک سلسلہ "ہمارے عیسیٰ سیحی اتحادیوں کا مذہب" کے عنوان سے جاری کر رکھا ہے۔ اسی سلسلہ میں ۱۷۔ جنوری کو مذہب اسلام کی باری آگئی۔ پادری صاحب نے جو کچھ مذہب اسلام کے متعلق فرمایا اُسے ہم یہاں اس خیال سے درج کرتے ہیں کہ وہ ہمارے

ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا اور بالخصوص آج کل جبکہ ہمارے سپاہی ہمارے اتحادیوں کے نجیز مسیحی سپاہیوں کے دوش بدوش دشمن سے لڑ رہے ہیں۔ پادری صاحب نے فرمایا:۔

"مذہب اسلام جسے عام طور پر محمدی مذہب کہا جاتا ہے۔ روئے زمین کے بیس کروڑ انسانوں کا مذہب ہے۔ مسلمان لوگ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ ان کے مذہب کو بجائے محمدی مذہب کہنے کے یعنی اُن کے رسول کی طرف مذہب کو منسوب کرنے کے اسلام کے نام سے پکارا جائے۔ اسلام کے معنی ہیں "خدا کی کامل فرمانبرداری کا مذہب"۔ جب ایک مسلمان اپنے خدا یا اللہ کا نام لیتا ہے۔ تو اس سے اُس کا مقصد وہی عظیم الشان ہستی یا خدا ہوتا ہے جو یہود اور عیسائیوں کا بھی معبود ہے۔ تو پس مسلمانوں کو ہمارا کافر یا ملحد کہنا نہ صرف سخت غلطی ہے۔ بلکہ مجرمانہ غلطی ہے۔ مسلمان یہود اور عیسائی سب اُسی ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ جب چھٹی صدی عیسوی میں عیسویت مسیح کی اصلی موحدانہ تعلیم سے دور جا پڑی تو پہلے پہل اسلام اس غلطی کی تردید کے لئے اُٹھا۔ تثلیث کے عقیدے نے خدا کی توحید کو معدوم کر دیا تھا۔ اور ایک فرقہ نے تو یہاں تک نوبت پہنچائی۔ کہ مسیح کی ماں مریم کو الوہیت میں شامل کر کے چار خدا بنا دئے۔ آخر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی آواز کو سنا کہ وہ اُٹھیں اور ابراہیم کے مذہب کی توحید کو پھر زندہ کریں۔ جب آپ کو وحی ہوئی اُس وقت آپ کا اپنے تئیں کمزور اور اس بھاری بوجھ کے ناقابل سمجھ کر ہچکچانا بالکل وہی نقشہ سامنے پیش کر دیتا ہے جو یرمیاہ کے ابتدائی باب میں ہم پڑھتے ہیں۔ درحقیقت آپ کے یہ ابتدائی حالات نہ صرف انبیائے بنی اسرائیل کے حالات زندگی سے مشابہ ہیں بلکہ ہر ایک زمانہ کے انبیا اور اولیا میں یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ جو کچھ آپ کو واقعات پیش آئے۔ وہ بالکل اُسی قسم کے ہیں جو دوسرے نبیوں کو پیش آئے۔ اور وحی کی طرز بھی اُنہی کی مانند تھی۔ آپ کا پیغام گو آج ہمارے دل کو کلی طور پر نہ لگے۔ لیکن اگر ہم انصاف کو کام میں لائیں اور اُسی کے مطابق حکم لگائیں تو یہ سچ ہے کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ آپ نبی تھے اور خدا نے اپنی مشیت کے پورا کرنے کے لئے آپ کو مبعوث کیا تھا۔

اسلام کی الہامی کتاب قرآن ہے۔ اور اُس میں وہ تمام احکامات اور الہامات جمع ہیں۔

جو (حضرت) محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانۂ نبوت میں وحی ہوئے۔ اس کتاب میں نہ صرف مذہب اسلام کے عقائد و ارکان ہی درج ہیں بلکہ مومنوں کے روزمرہ کے عمل درآمد کے لئے معاشرت و تمدن اور اخلاق کے قوانین بھی مذکور ہیں۔ اس معاملہ میں مسلمانوں کو عیسائیوں پر فوقیت ہے۔ کیونکہ اُن کے ہاں الہامی کتاب اور قانون یعنی شریعت ایک ہی چیز ہے۔ مگر عیسائیوں کے ہاں اُن کی مذہبی کتاب الگ ہے اور قوانین کے لئے اصول الگ بنانے پڑے ہیں +

اسلام میں قانون کی ناواقفیت عذر نہیں سمجھی جا سکتی۔ جو ایک عیسائی اپنے ہاں بطور عذر کے پیش کر سکتا ہے۔ عبادات اسلامی میں ایک تو کلمہ پڑھنا ہے۔ جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ یعنی کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ دوسرے مفروضہ نماز ہے۔ تیسرے رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا ہے۔ چوتھے زکوٰۃ ہے۔ پانچویں مکہ جاکر حج کرنا ہے۔ اسلام کی الہیات نہایت سادہ ہے۔ اور اُس کا سارا مضمون اللہ ہی اللہ ہے۔ جیساکہ قرآن میں ہے۔ قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد۔ **ترجمہ**۔ کہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ازلی ابدی ہے۔ نہ اُس سے کوئی پیدا ہُوا نہ وہ کسی سے پیدا ہُوا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں"۔ پھر قرآن میں ہے۔ الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین + **ترجمہ**۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے رستہ کی ہدایت فرما۔ اُن لوگوں کا رستہ جن پر تیرا انعام ہُوا۔ نہ اُن لوگوں کا رستہ جن پر تیرا غضب نازل ہُوا اور نہ اُن لوگوں کا جو گمراہ ہوگئے +

ہر ایک مسلمان مقررہ وقتوں پر پانچ دفعہ دن رات میں نماز پڑھتا ہے۔ اور جو سچے مومن ہیں وہ کبھی نماز قضا نہیں کرتے۔ علاوہ زکوٰۃ کے روزانہ صدقات کے لئے بھی بہت تاکید ہے اور نیکی اور شفقت علے خلق اللہ اور اخوت و اتحاد خدا کو راضی کرنے

والے افعال سمجھے جاتے ہیں ✦

دنیا خدا نے چھ ایام میں بنائی - ہر ایک زندہ مخلوق جو پیدا ہوتی ہے وہ خدا ہی پیدا کرتا اور اُس میں جان ڈالتا ہے - جسم اور رُوح دو الگ الگ چیزیں مانی جاتی ہیں - موت کے وقت جسم خاک میں مل جاتا ہے اور رُوح پر نیند یا غشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے - قیامت کے دن ایک فرشتہ صور پھونکیگا - جس سے زمین ریزہ ریزہ ہو جائیگی اور رُوح جسم سے مل جائیگی - اور خدا اپنے عرش پر فرشتوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا - اعمالنامے کھولے جائینگے - اور ہر ایک شخص اپنے اعمال کو جو وہ کر چکا ہے پڑھیگا - ہر ایک شخص کو اپنے اعمال کی فہرست دیجائیگی - نیک اعمال کی داہنے ہاتھ میں اور بد اعمال کی بائیں ہاتھ میں اور اعمال کو وزن کرنے کے لئے میزان قائم ہوگی - نیک لوگ جنت میں ابدی سُکھ پائینگے اور بد لوگ آگ کے گڑھے میں پھینکے جائینگے - جہاں روح اور جسم یکساں دکھ پائینگے بدی جو انسان میں ہے اُس کا محرک شیطان سمجھا جاتا ہے - آدم نے اپنی لغزش سے خدا کی نعمت کو کھو دیا تھا - لیکن خدا نے اپنے خاص فضل سے اُس پر رجوع بہ رحمت فرما کر وہ نعمت پھر واپس دیدی - قرآن میں صاف طور پر یہود - عیسائیوں اور زرتشتیوں کے خیالات اور مذہب کا رنگ جھلکتا ہے - محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ آپ سے پہلے جتنے آئے سب چور اور بٹ مار آئے - بلکہ اس کے خلاف آپ نے اس بات کو تسلیم کیا - کہ خدا اپنے آپ کو ہمیشہ نبیوں اور کتابوں کے ذریعے سے دنیا پر ظاہر کرتا رہا ہے - جس طرح یہود کو شریعت دی اور عیسائیوں کو انجیل دی اسی طرح محمد صلے اللہ علیہ وسلم یعنی مجھ کو قرآن دیا - اور اپنی وحی سے مشرف کر کے مجھے بطور رسول کے لوگوں کی طرف بھیجا ہے - قرآن میں کئی ایک رسولوں کا ذکر ہے - آدم - موسٰے - عیسٰے (یسوع) محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف مسلمانوں کے لئے نبی ہیں - بلکہ خاتم النبیین ہیں یعنی نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں - تمام انبیا و رسل مسلمانوں میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور جب کسی کا نام لیا جاتا ہے تو فوراً اُن کے ساتھ "علیہ السلام" کہا جاتا ہے - یہ سچ ہے کہ ہم کو مسلمان

نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اُن کے عقیدے میں جو اصلی انجیل مسیح پر وحی ہوئی تھی وہ نہایت قابل عزت کتاب تھی۔ مسلمانوں کے نزدیک اُسی طرح جس طرح خود مسیح کے حواری سمجھتے تھے۔ مسیح یوسف اور مریم کا بیٹا تھا اور خدا کا نبی و رسول تھا۔ قرآن میں ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجٰت ط واٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت وایدنٰہ بروح القدس

ترجمہ۔ یہ رسول ہم نے ان میں بعض کو بعض پر برتری دی۔ ان میں کوئی تو ایسے ہیں جن سے خدا نے کلام کیا اور بعض کے درجے اور طرح پر) بلند کئے اور عیسےٰ ابن مریم کو کھلے کھلے نشان دئے اور رُوح القدس سے اُن کی تائید کی"۔ پھر ایک کا یہ مقولہ ہے۔ "کہ ہم مسلمان مسیح علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں اور اُن کی عزت کرتے ہیں اور اُنہیں اپنے نبیوں میں سے ایک گنتے ہیں تو پھر ہم کیوں لڑیں۔ کیا ہم اور عیسائی دونو مسیح کو ماننے کی وجہ سے اتحاد کی ایک مضبوط زنجیر میں جکڑے ہوئے نہیں ہیں۔ ایک سچے مسلمان کا سچا عیسائی ہونا بھی ضروری ہے"۔

الغرض میں نے مسلمانوں کی کتابیں پڑھی ہیں اور میں نے اُن میں مسیح کی نسبت اس قدر عزت اور تعظیم کے کلمات پائے کہ اُس وقت مجھے یہ پتہ نہ لگتا تھا۔ کہ میں ایک مسلمان کی لکھی ہوئی کتاب پڑھ رہا ہوں یا ایک عیسائی کی۔ پس کتنے افسوس کی بات ہے کہ عیسائیوں نے جو کچھ حضرت محمدؐ صلے اللہ کی نسبت کہا اور لکھا ہے وہ مسلمانوں کے مذکورہ بالا طریق سے کس قدر مختلف ہے۔ لیکن اس کا اصلی باعث کیا ہے۔ بحالت اپنی زندگی میں ایک مسلم با اخلاق اور متقی ہُوا کرتا ہے۔ وہ خدا اور یوم آخر سے عمل کرتے وقت ڈرتا ہے۔ خدا کی منشا کی کامل فرمانبرداری جس کا دوسرا نام اسلام ہے ایک مسلم کی مذہبی زندگی کے لئے لازمی امر ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی زبان پر "انشاء اللہ" کا لفظ عام طور پر رہتا ہے۔ جس کے معنی ہیں" اگر خدا چاہے"۔ اسلام میں یہ بھی مانا جاتا ہے۔ کہ خدا توبہ سے گناہوں کو مغفرت کر دیتا ہے۔

خدا گناہوں کو معاف کر دینے کا اختیار رکھتا ہے مگر کافروں کو خواہ کتنے ہی عمدہ کام

کریں کوئی اجر نہیں مل سکتا ہے۔

پس اس اصول میں اسلام مسیح کے اُس اصول سے جو اُس نے خدا کی محبت کے متعلق تعلیم دی ہے۔ کم رہتا ہے۔ جس طرح کہ اکثر عیسائی مانتے ہیں۔ کہ بائیبل اپنے لفظوں کے ساتھ الہامی ہے اور اس میں کوئی غلط نہیں ہے۔ اسی طرح مسلمان قرآن کو خدا کی منشا اور ارادہ اور احکام کا مکمل مظہر اور بالکل محفوظ مانتے ہیں اگرچہ جائے تعجب ہے۔ مگر یہ بات بھی سچ ہے کہ باوجود اصول کی پابندی میں اس قدر سختی ہونے کے فروعات میں معقول طور پر اختلاف رائے ہو جانا کوئی ہرج نہیں سمجھا جاتا۔ میں اسلامک ریویو جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۹۲ سے حوالہ دیتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ کہ "اسلام افعال میں آزادی روا رکھتا ہے اور ذاتی اجتہاد کو اچھا سمجھتا ہے اور معقول اختلاف رائے کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے محمد رسول اللہ صلعم انسانی عقل کی مختلف حالتوں اور بناوٹوں کو خوب سمجھتے تھے۔ اسی لئے فرماتے ہیں اختلاف امتی رحمۃ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے معقول اختلاف کو خدا کی رحمت قرار دیا۔ کیا عقل اور فکر کی قوت خدا کی عطا کردہ نہیں۔ اگر ہے تو پھر یہ ضروری ہے۔ کہ جب انسان اپنی اپنی جگہ عقل اور فکر سے کام لیگا۔ تو اختلاف بھی پیدا ہوگا اور اگر مذہب بھی خدا کا عطیہ ہے تو پھر یہ خدا کے دوسرے عطیوں کو تباہ نہیں کر سکتا۔ پس جو مذہب اپنے ماننے والے کی عقل کو ذبح کر دیتا ہے۔ اور کسی شخص کو اپنی تحقیق کے لئے کوئی راہ نہیں دیتا وہ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صرف انسانی دماغ کا اختراع ہے۔" قرآن کے الفاظ یہ ہیں لا اکراہ فی الدین

ﻪ یہ غلط ہے قرآن میں ہے۔ یومئذٍ یصدر الناس اشتاتاً لیروا اعمالھم ۝ فمن یعمل مثقال ذرۃٍ خیراً یرہ ۝ ومن یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہ ۝ سورہ زلزال ترجمہ۔ اس دن لوگ مختلف حالتوں میں اپنے اعمال دیکھنے کے لئے جمع ہونگے اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی ہے وہ بھی دیکھ لیگا اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی بدی کی ہے وہ بھی دیکھ لیگا + ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصٰریٰ والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہود اور عیسائی اور صابی ہیں۔ جو کوئی ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور یوم آخر پر اور نیک عمل کرتا ہے پس ان کے لئے اُن کا اجر اُن کے رب کے حضور میں ہے اور اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ ایڈیٹر

قد تبین الرشد من الغی ج فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ ج لا انفصام لہا ط واللہ سمیع علیم ۰ **ترجمہ** - دین میں کوئی زبردستی نہیں گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی ہے - تو جو جھوٹ کا انکار کرتا ہے - اور خدا پر ایمان لاتا ہے وہ مضبوط رسی کو پکڑتا ہے جو ٹوٹنے والی نہیں - اور خدا سننے اور جاننے والا ہے +

اسلام ایک حریت کا مذہب ہے - یہ تمام بنی نوع انسان کو یکساں حقوق دیتا ہے اور تمام جہان کے ایک ہی حاکم اور بادشاہ یعنی صرف خدا کا سب کو محکوم بنانا چاہتا ہے - اور بس - اور یہ بار بار تاکید کرتا ہے کہ انسانی روح کو اُس ہستی سے جو اس کا رب ہے گہرا تعلق پیدا کرنا چاہئے +

اگرچہ نبی کریم نے فرمایا کہ خدا نے ہر ایک آدمی کی قسمت اُس کی پیشانی پر لکھ دی ہے اور ہم میں عام طور پر یہی یقین پھیلا ہوا تھا - کہ اسلام بالکل کورانہ طور پر جبریہ مذہب کی تعلیم دیتا ہے - مگر مسلم ریویو ہمیں بتلاتا ہے - کہ اسلام جبریہ مذہب نہیں - چنانچہ اس میں لکھا ہے - کہ " ایک ایسا مذہب جو کہ محنت اور جفاکشی کی عزت کرتا ہے اور انسان کو اپنے عمل کا خود ذمہ وار ٹھیراتا ہے - اور بتاتا ہے - کہ خدا کی طرف سے ہمیشہ خیر اور بھلائی ہی آتی ہے - وہ نہایت بودے اور انسان کے لئے زہر قاتل - جبریہ عقیدہ کی کب تائید کرسکتا ہے جس کے رو سے بدی ایک پہلے سے مقدر چیز ٹھیر جاتی ہے اور پھر اُس سے بچنے کی کوشش کرنا انسان کے لئے ایک عبث اور بلا نتیجہ فعل ہو جاتا ہے - اسلام تو نہایت صاف لفظوں میں جبریہ عقیدہ کی تردید کرتا ہے" - اس کے علاوہ لارڈ ہیڈ لے لکھتے ہیں " ہم تمام بنی نوع انسان کے آخر کار نجات پا جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں" - اسلام میں حریت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عورتوں کے متعلق بھی احکام موجود ہیں - قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی عورتوں کا ذکر آیا ہے - وہاں اُن کے لئے نہایت عزت اور تعظیم کی تاکید کی گئی ہے - ماں کے ساتھ محبت کرنا ایک مسلمہ اصول ہے - اور بیوی کے ساتھ بھلائی اور شفقت کے سلوک کی سخت تاکید ہے - مثلاً قرآن میں آتا ہے - یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منہا زوجہا و بث منہما رجالا

کثیرا و نساء ج واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ط ان اللہ کان علیکم رقیبا ہ

ترجمہ۔ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونو سے کثرت سے مرد و عورت (دنیا میں) پھیلائے اور اللہ سے ڈرو جس کا تم واسطہ دیکر اپنے کتنے کام نکال لیتے ہو۔ اور رحموں کا لحاظ رکھو۔ بیشک اللہ تمہارا نگران حال ہے۔

پھر احادیث میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میری امت میں سب سے بہتر وہ آدمی ہے جو اپنی بی بی سے سب سے زیادہ نیک اور مہربانی کا سلوک کرتا ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی ملکہ ہے۔ فردوس ماں کے قدموں کے تلے ہے۔ عورتوں کے حقوق محترم ہیں۔ پس خبردار جو حقوق عورتوں کو دئے گئے ہیں ان میں خلل نہ واقع ہو۔ مسجد میں آنے سے اپنی عورتوں کو نہ روکو خدا اور اس کی مخلوق کے نزدیک تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے خاندان کے لوگوں اور اپنی بی بی کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہے۔ نیک اور باعصمت عورت شوہر کا بہترین خزانہ ہے۔ اپنی بیبیوں کے ساتھ جو سلوک کرو اس میں خدا کا خوف مدنظر رکھو۔ وہ تمہاری مددگار ہیں۔ تم نے خدا کی ضمانت پر ان کو لیا ہے۔ اور خدا کے کلمات سے ان کو اپنے اوپر حلال کیا ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی ملکہ ہے۔ دنیا خوشی اور مسرت کی چیزوں سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن سب سے بہتر خوشی کا منبع نیک اور باعصمت عورت ہے"۔

اس بات کے کہنے کی کوئی بھی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کہ ایک مذہب جس کا مفہوم وہی خدا کے ارادوں کی کامل فرمانبرداری ہو۔ وہ اپنے متبع سے یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ راستباز ہو۔ اپنے معاملات میں نہایت صاف اور سچا ہو اپنے لفظوں اور معاہدوں کا پورا پابند ہو۔ قرآن سے ان باتوں کو ثابت کرنے کی طوالت کا یہ مضمون متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے خلاف کوئی اشارہ کرنا بھی گویا اپنی عقل اور سمجھ کو جواب دینا ہے جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ وہی ہے جو عام طور پر اسلام میں پایا جاتا ہے۔ البتہ مختصر ہے اور وقت کی تنگی کی وجہ سے میں نے صرف مجمل سا خاکہ کھینچا ہے۔ اس مختصر مضمون سے میں نے آپ لوگوں کو تحریک کرنی چاہی ہے۔ کہ آپ اسلام پر غور کریں یہ کہ اپنی سابقہ رایوں کو بدلیں

اور یہ کہ آپ لوگ جانیں۔ کہ تمام مذاہب میں سچائی ہے اور ہر ایک مذہب قابل عزت ہے۔ اگر میری اس تحریک پر آپ لوگوں نے توجہ کی تو میں سمجھ لونگا۔ کہ میری یہ ساری تقریر ضائع نہیں گئی۔ اسلام میں بہت سی سچائی اور خیر و برکت ہے۔ اسلام کی بعض سچائیاں اور ارکان اگر عیسائی لوگ اختیار کر لیں۔ تو عیسائی نقصان نہیں اُٹھائینگے۔ آؤ ہم ایک دوسرے کے مذہب میں جو عمدہ باتیں ہیں اختیار کر لیں۔ عمدہ باتوں کی تلاش کریں۔ اور جو کسی دوسرے کے پاس عمدہ بات ہو اُس سے سیکھ لیں اور جسے ہم سچے سمجھتے ہیں اُسے قائم کر کے دنیا جہاں اور خدا کے متعلق نظر ذرا زیادہ وسیع کریں اور سمجھیں کہ تمام انسان اُسی خدا سے نکلے ہوئے ہیں اور نیز ہم سمجھیں کہ انسان پر جھوٹ کبھی حکومت نہیں کر سکتا پس تمام مذاہب خدا کی آواز اور انسان کی، اُس آواز کی فرمانبرداری سے قائم ہوئے ہیں۔ کسی مذہب کی قدر و عزت اس بات پر منحصر نہیں۔ کہ اس میں قطعاً کوئی غلطی نہ ہو بلکہ اس پر منحصر ہے۔ کہ اُس میں سچائی کا زیادہ سے زیادہ حصہ ہو اور اُس کے اخلاقی اصول اُس کے متبعین پر اپنا اثر ڈال سکیں +

اسلام نے کیوں ظاہر شریعت کی پابندی کو قائم رکھا

(از سید مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا)

یہودیت اور عیسویت اور اسلام تینوں ایک ہی جڑ کی شاخیں ہیں۔ ان میں سے یہودیت میں عیسویت کی بہ نسبت ظاہر شریعت کی پابندی بہت زیادہ ہے۔ قرآن کے پڑھنے والے جانتے ہیں۔ کہ اسلام کی تعلیم میں یہودیت کی بہ نسبت عیسویت کا رنگ زیادہ ہے اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اور یہودیت کی طرح کسی خاص قوم یا فرقہ کے لئے محدود نہیں اسلام کا خدا رب العالمین یعنی تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اسلام کا نبی رحمۃ للعالمین یعنی تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ اسلام کا دعوےٰ ہے کہ وہ ایک رُوحانی مذہب ہے اور یہی

وجہ ہے کہ اس میں لاکھوں صوفی پیدا ہوئے جو عیسائیوں کے بڑے بڑے سینٹوں یعنی مقدس
لوگوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہندوؤں کے رشیوں اور مہاتماؤں کی مانند ہیں بعض مسلمان
صوفیوں نے روحانی ترقیات میں ہندو رشیوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور بازی لے گئے۔ ہندوستان
میں کثرت سے ہندو مسلمان ولیوں کی خانقاہوں پر اسی طرح زیارت کے لئے آتے ہیں۔
جس طرح وہ اپنے دیگر مقدس مقامات پر جاتے ہیں۔ چند سال کا عرصہ گذرا ہے۔ کہ اودھ میں
حاجی وارث علی شاہ صاحب ایک ولی گذرے ہیں جن کی ہر ایک مذہب و ملت کا آدمی
عزت اور تعظیم کرتا تھا۔ اکثر صوفی ظاہری شریعت کی پابندی کی عیسائیوں کی طرح پروا
نہیں کرتے۔ عیسائی راہبوں یا ہندو جوگیوں کی طرح بہت سے صوفیوں نے روحانی ترقی
کے لئے اپنے تئیں وقف کر دیا۔ اور اپنے جسمانی عیش و آرام کو بھلا دیا۔ پس باطنی رنگ
میں اسلام نے اپنے خیالات الگ ہی پیدا کئے جو بدھ اور ویدک خیالات سے ملتے جلتے
ہیں۔ با ایں ہمہ اسلام بحیثیت مذہب کے یہودیت کی طرح ظاہر شریعت کو قائم رکھتا ہے
بلکہ تفصیل میں تو یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ اور زندگی کے ہر ایک شعبہ اور ہر ایک فرد
کے لئے قوانین مہیا کر دئے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے ہر ایک شخص کو اپنے اعما
و افعال کا خود ذمہ وار قرار دیا ہے۔ اور کفارہ کے خیالات کو یک قلم اٹھا دیا ہے۔ چنانچہ قرآن
کریم فرماتا ہے۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہ ج وما یمسک فلا مرسل
لہ من بعدہ ط وھو العزیز الحکیم (فاطر) ترجمہ۔ اللہ رحمت جو لوگوں کے لئے کھولے
تو کوئی اس کا بند کرنے والا نہیں۔ اور اگر بند کر دے تو اس کے پیچھے کوئی اس کا جاری
کرنے والا نہیں۔ اور وہ غالب اور حکمتوں والا ہے۔

پھر فرمایا۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ط وان تدع مثقلۃ الی حملھا لا یحمل
منہ شیئا ولو کان ذا قربیٰ ط انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوۃ
ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہٖ والی اللہ المصیر (فاطر) ترجمہ۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے
کا بوجھ اپنے اوپر نہیں لیگا۔ اگر کسی پر (گناہوں کا) بڑا بھاری بوجھ ہوگا اور وہ اپنا بوجھ
بٹانے کے لئے (کسی کو) بلائیگا تو اس کا ذرا سا بوجھ نہیں بٹایا جائیگا۔ اگرچہ وہ (جس کو اس نے

بلایا ہے اُس کا) رشتہ دار (ہی کیوں نہ) ہو۔ (اے پیغمبر) تم تو بس اُنہیں لوگوں کو ڈرا سکتے ہو۔ جو بے دیکھے بھالے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور جو شخص اپنا تزکیہ کرتا ہے تو اپنی جان کے فائدے کے لئے تزکیہ کرتا ہے۔ اور (سب کو آخر کار) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ قرآن صاف صاف کفارہ کے مسئلہ کو رد کرتا ہے۔ اور نہایت دلیری سے انسان کو مطلع کرتا ہے۔ کہ واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منها شفاعة (بقرہ) ترجمہ۔ اُس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئیگا۔ اور کوئی شفاعت قبول نہ کی جائیگی +

اسلام کا بڑا زور اعمال صالحہ پر ہے۔ ومن یعمل من الصّٰلحٰت من ذکر او انثیٰ وھو مومن فاولئک یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیرا (نساء) ترجمہ۔ اور جو نیک عمل کرینگے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت اور وہ ایمان والے ہونگے۔ وہی جنت میں داخل ہونگے اور ذرا بھی اُن کی حق تلفی نہ ہوگی +

الغرض جب ہر ایک شخص کو خود ذمہ وار گردانا گیا۔ تو ضرور تھا۔ کہ لوگوں کو سیدھا رستہ بھی بتایا جاتا۔ اسلام کا خدا نہایت عادل اور ارحم الراحمین ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ اُس نے ہر ایک قوم کی طرف نبی اور ہادی بھیجیں اور وہ کسی قوم کو عذاب نہیں دیتا۔ جب تک اُس کی طرف کسی ہادی کو نہ بھیج لے۔ یہ کیسا پر از انصاف و رحم اعلان ہے! جب خدا نے ہر ایک شخص کے کندھوں پر ذمہ واری کا بوجھ رکھا۔ تو یہ اُس کا فرض ہے۔ کہ وہ لوگوں کو سیدھا رستہ بھی دکھاوے اور انسان کی ہر ایک حالت کے لئے زندگی کا ایک معیار اور ایک رستہ مقرر کرے۔ پس اسلام کا یہ فرض تھا کہ عملدرآمد کے لئے وہ ایک شریعت پیش کرتا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جب تک زندہ تھے تمام لوگوں کے لئے خود ایک عملی نمونہ تھے۔ لیکن آپ کا فرض تھا۔ کہ آیندہ نسلوں کے لئے آپ ایک مکمل شریعت چھوڑ جاتے۔ اسلئے ضروری تھا کہ تمام عبادات اور روزمرہ کے معاملات قوانین کے ماتحت منضبط کئے جاتے +

(قرآن کریم تو خدا کا کلام ہے۔ اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہر بات

ہیں وحی الہیٰ کی پیروی کرنے والے تھے۔ لیکن اگر عقلی پہلو سے دیکھا جائے تو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ کی نبوت کو تسلیم کیا۔ ان میں سے حضرت موسےٰ کو آپ نے صاحب شریعت مانا۔ آپ کو کوئی نفسانی بڑائی کا تو خیال تھا ہی نہیں اسلئے آپ نے حضرت موسےٰ کے بہت سے قوانین کو جو اُن کی قوم کیلئے تھے قبول کر لیا لیکن آپ نے اُن کی سختی کو کم کر کے اُنہیں عالمگیر بنا دیا۔ ان قوانین کی تفہیم میں آپنے حضرت عیسےٰ کی پیروی کی اور لفظ پرستی کو چھوڑ کر اُن کی حقیقت کو لیا۔ لیکن ساتھ ہی الفاظ کے ظاہر کی طرف سے بے پروائی بھی نہیں کی۔ پس ظاہر شریعت کی پابندی یہودیت کی طرح اسلام میں بھی آئی۔ بلکہ زیادہ تفصیل اور لطافت کے ساتھ آئی۔ لیکن اسلامی شریعت اور یہودیوں کی شریعت میں ایک بیّن فرق ہے۔ اسلام میں شریعت حقیقت نہیں ہے۔ اس کا مدعا قوم میں وحدت پیدا کرنا۔ لوگوں کو مہذب بنانا اور زندگی کو تقاضا اور اخلاق فاضلہ کے ماتحت چلانا ہے۔ دن میں دو ہزار دفعہ وضو کرو۔ لیکن اس سے تمہاری روح پاک نہ ہوگی۔ جب تک کہ تمہارے ارادے نیک اور تمہارے اعمال صالح نہ ہوں۔ اسلام میں کوئی بھی ایسا قاعدہ نہیں ہے جو بعض حالتوں کے ماتحت چھوڑا نہ جاسکتا ہو۔ ہاں وہ اصول جس پر وہ قاعدہ قائم ہوا تھا۔ انسانی زندگی کی ہر حالت میں ویسا ہی قائم رہتا ہے اسلام میں اصولوں کی پابندی کے متعلق نہایت سختی سے تاکید ہے۔ لیکن قواعد مختلف حالتوں کے ماتحت بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کو حکم ہے کہ رمضان میں روزے رکھیں۔ لیکن جب یہ ناقابل عمل ہو جائے۔ مثلاً مرض یا سفر کی حالت میں تو اُس وقت روزہ تو معاف ہو جاتا ہے لیکن اس حکم کی اصلی حقیقت کو ہاتھ سے جانے نہ دینے کے لیئے مساکین کو کھانا کھلانا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسلام نے کبھی نہیں کہا کہ ظاہر شریعت کا نام ہی مذہب ہے۔ بلکہ اس نے یہود اور نصاریٰ کو اپنی اپنی جگہ جنت کے ٹھیکہ دار بن جانے کے دعوے پر ملامت کی چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصٰرٰی ط تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ہ بلیٰ من اسلم وجھہٗ للہ وھو محسن فلہٗ اجرہٗ عند ربہ ص ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ہ (بقرہ)

تشریح - اور (یہود) کہتے ہیں کہ یہود کے سوا اور (نصاریٰ کہتے ہیں) کہ نصاریٰ کے سوا جنت
میں کوئی نہیں جانے پائیگا۔ یہ ان کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں۔ (اے پیغمبر) کہدو کہ اگر سچے
ہو تو کوئی دلیل اور برہان پیش کرو۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے۔ کہ جس نے خدا کے آگے
(کامل فرمانبرداری سے) اپنا منہ رکھ دیا۔ اور وہ نیکوکار بھی ہے۔ پس اس کا اجر اس کے رب
ہاں (مقرر) ہو چکا اور ایسے لوگوں پر نہ خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے +

اسلامی قوانین اور شریعت کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس کے ایک ایک
نقطہ اور ایک ایک حرف پر خود محمد مصطفٰے صلعم اور آپ کے صحابہ نے عمل کرکے دکھایا
آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا۔ کہ ان قوانین اور شریعت میں کوئی حکم ایسا
نہیں جو قابل عمل نہ ہو۔ پھر یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ احکام ہر ایک قوم اضنیب
اور سوسائٹی کے ہر ایک مرتبہ اور طبقہ کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ کیونکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو زندگی کثرت سے مختلف حالات کے ماتحت گذارنی پڑی ہے
آپ میں ایک کاروباری آدمی۔ ایک سپاہی۔ ایک شہری۔ ایک بادشاہ۔ ایک فلسفی۔
ایک درویش۔ ایک خلوت نشین عابد۔ ایک صاحب ریاضت زاہد سب ہی کے نمونے
نظر آتے ہیں اور سب کا اعلےٰ سے اعلےٰ نمونہ آپ میں پایا جاتا ہے۔ وہ صوفیا جو ظاہری
شریعت کی پابندی کی زیادہ پرواہ نہ کرتے تھے وہ بھی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے نمونہ اور تعلیم سے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے۔ وہ بھی قرآن
سے ہی رموز باطنی حاصل کرتے ہیں۔ جو ویدانت فلاسفی سے بہت اور پرنیات اعلےٰ
مذہبی فلاسفی ہے۔ وہ بھی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی سے نمونہ لیتے
ہیں۔ ایسے وقت بھی تھے جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ویدک مہاتماؤں کی طرح تنہا
غاروں میں خدا سے تعلق پیدا کرنے کے لئے بیٹھتے تھے۔ ایسے بھی موقعے ہوتے رہے۔ کہ
آپ تمام دنیوی تعلقات کی زنجیروں کو کاٹ کر اپنے گھر میں ہی بند ہو کر سب سے علیحدہ
تشریف رکھتے رہے۔ جہاں آپ کی بی بیاں بھی آپ سے مل نہ سکتی تھیں۔ آپ نہ صرف
کثرت سے روزے ہی رکھا کرتے تھے۔ بلکہ راتوں کو نماز میں اتنا قیام فرماتے تھے۔ کہ آپ

پاؤں سوج جاتے تھے۔ لوگوں کے سامنے آپؐ نے انتہائی مقصد بہشت کو نہیں رکھا بلکہ اس مقام کو رکھا جو دیدار الٰہی کا مقام ہے۔ اسی لئے قرآن کی آیت انا للہ وانا الیہ راجعون کا مسلمانوں میں کثرت سے رواج ہے۔ یعنی ہم اللہ کے لئے اور اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ تاکہ مقصد اصلی خدا اور اُس کا وصال مدنظر رہے +

لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی یہ باتیں اور خاص واقعات اور قرآن کریم کی تصوف کی تعلیم ہر ایک کے لئے نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ خاص لوگوں کے لئے قابل عمل ہیں۔ اگر سب کے سب دنیا میں زاہد مرتاض بن جائیں تو بنی نوع انسان کا خاتمہ ہو جائے۔ اس طرح ہم فرشتے تو بن سکتے ہیں۔ لیکن انسان نہیں رہ سکتے۔ روحانیت کی طرف ساری توجہ مبذول کر دینے اور جسم کی طرف سے لاپرواہی اختیار کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ ہم درندوں کا شکار ہو جائینگے۔ نہ صرف شیر اور چیتوں کا بلکہ چیونٹیاں اور کیڑے تک ہمیں کھا جائینگے۔ اور اس طرح خدا کی بہترین مخلوق بنی نوع انسان کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور یہ بھی سچ ہے۔ کہ روحانیت کی طرف کامل توجہ کرنے والے بھی صرف معدودے چند ہی ہو سکتے ہیں۔ نہ کہ سب کے سب +

پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مشن چند کے لئے نہ تھا۔ بلکہ کل دنیا کے لئے تھا۔ آپ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے خواہ وہ عقلمند ہوں یا نادان۔ اعلے ہوں یا ادنے معلم ہو کر آئے تھے۔ تمام دنیا کے خدا نے آپ کو تمام دنیا کے لئے صراط مستقیم دکھانے پر مامور کیا تھا۔ اسلئے آپ کو ایسی شریعت دی گئی۔ جو ہر ایک انسان کے لئے قابل عمل ہے۔ اور ایسا اس لئے کیا گیا تا ہر ایک آدمی اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حسنات سے متمتع ہو۔ وہ اصول جس پر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کر کلام کرنے کے لئے وحی ہوئی۔ یہ تھا۔ کہ اوپر ایک خدا ہو اور نیچے ایک قوم ہو۔ اسلام کی بنیاد وحدت الٰہی اور وحدت انسانی ہے۔ اسلام رُوح اور مادہ یعنی جسم و رُوح دونو کی طرف توجہ دلاتا ہے قرآن کریم جہاں خلق الٰہی کی اعلے سے اعلے معرفت سکھاتا ہے۔ وہاں شفقت علے خلق اللہ کے بہترین اصول بتلاتا ہے۔ ایک سچا مسلمان نہ صرف ایک بہتر سے بہتر مذہبی آدمی ہوتا ہے

بلکہ اس قابل ہوتا ہے۔ کہ سوسائٹی کا زیور سمجھا جائے۔ جب مسلمان اپنے مذہب کے پوری طرح پابند تھے اُن کی ہر ایک قوم عزت کرتی تھی۔ اُن کے نمونہ کو دیکھ کر دنیا جہان کے لوگ اُن کے مذہب کو قبول کرتے تھے۔ اور اسلام کے سرعت سے پھیلنے کا یہی راز تھا۔ جس قدر مضبوطی سے مسلمان قوانین شریعت کے پابند رہے اُسی قدر اُن کی قوم ترقی کرتی رہی اور اقبال یاوری کرتا رہا۔ کبھی کسی قوم نے اپنی زندگی اور قوت و استحکام کے آثار ایسے نمایاں طور پر ظاہر نہیں کئے جیسے کہ مسلمانوں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر کے زمانے میں کئے۔ اور کبھی ساری قوم کی قوم نے اخلاق فاضلہ کا ایسا اعلےٰ نمونہ نہیں دکھایا جیسا کہ اس زمانے کے عربوں نے دکھایا۔ چنانچہ ہر قسم کے گناہ اور جرائم معدوم ہو گئے تھے۔ اور ایسی قوم کی ترقی کا سیلاب کو روکنا ناممکن تھا۔ یہ سب کچھ اسلام کی شریعت کے احکام پر عملدرآمد کا نتیجہ تھا۔ بچے سے لیکر بوڑھے تک۔ ایک معمولی کسان سے لیکر بادشاہ وقت تک سب کے سب زندگی کے ایک ہی قسم کے مقرر کردہ اصولوں پر جو اسلام نے فرض کر دئے تھے عمل کرنے کے لئے پابند تھے جس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ ساری قوم کی قوم ایک رنگ میں رنگی جا کر دنیا کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ بن گئی۔ یہ اسلامی شریعت کی ظاہری خوبی کی پابندی کی ہی خوبی تھی جو ساری قوم کی قوم بے نظیر وحدت و یکتائی کے معراج پر پہنچ گئی اور یہ بھی شریعت کی پابندی کا ہی نیک ثمرہ تھا جو قوم کی قوم تمدن و معاشرت اور رُوحانی ترقی کے کمال پر پہنچ گئی۔ آنحضرت صلعم اور حضرت عمر کے زمانہ کے مسلمانوں نے نہ صرف دنیوی سلطنتوں میں ہی عجیب و غریب فتوحات کیں۔ بلکہ اخلاق فاضلہ اور رُوحانیت کے بھی بادشاہ بن گئے۔ دنیا و دین دونو سلطنتوں کے وارث بن گئے۔ ایسے قلیل عرصہ میں یہ انقلاب کیوں واقع ہو گیا۔ اسلئے کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے کو ایک قاعدہ اور اندازہ کے اندر مقید کر دیا تھا۔ اس صنعت و حرفت کے زمانہ میں قاعدہ و اندازہ کی خوبی کو سمجھنا کچھ بھی مشکل بات نہیں جبکہ مشین کا ایک ایک پُرزہ ایک خاص مقرر شدہ اندازہ پر بنایا اور رکھا جاتا ہے*

پس ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ اپنی فرضی تہذیب اور روشنی کے نشہ میں بدمست ہوکر اپنے مذہب کے قوانین شریعت کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ اگر وہ سلف صالحین کی

طرح مستعدی اور اخلاص کے ساتھ اُن پر عمل کرنے لگیں تو آج دُنیا میں پھر معزز اور ممتاز بن سکتے ہیں +

عقلی فلسفہ

اور

طبعیات کے ماتحت علوم باطنی

(از ڈاکٹر اے نیول جے وہینٹ پی ایچ ۔ ڈی ۔ لٹ ڈی ۔ ایف ایس ۔ پی)

یہ ایسٹر کی تقریب پر میری طرف سے پیغام ہے۔ اگرچہ کوئی اور مذہب اس سے متاثر ہو یا نہ ہو۔ مگر عیسائیوں کی نگاہ میں تو ایسٹر ایک نہایت با وقعت تیوہار ہے اور اُس زمانہ کی یادگار جب ہر ایک چیز کی یادگار کا قائم کرنا دستور تھا۔ جو اب اس زمانہ میں قریبًا معدوم ہوتا چلا جاتا ہے آج جب موسم اپنی بہار پر ہے اور نیلگوں آسمان اور چمکتے ہوئے سورج اور پرندوں کے کلول کرنے سے یہ پتہ لگنے لگا ہے کہ صحیفۂ قدرت پھر دوبارہ زندہ ہوگئی ہے آؤ میرے ساتھ ملکر اُن باتوں کی تحقیقات کرو۔ جو بنی نوع انسان میں خودساختہ تفرقہ کی بنا ہیں۔ اور جو عالمگیر اخوت و محبت کو حقیقت کا جامہ پہننے سے روک رہی ہیں +

ایک زمانہ تھا۔ کہ دُنیا میں بولیوں کا وجود ہی نہ تھا۔ اور انسان بول نہ سکتا تھا! ور ایک دوسرے کو اپنا مطلب سمجھانے کے لئے اپنے ہاتھوں اور انگلیوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو۔ کہ انسان اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے صرف اپنے ہی حواس کو کام میں لاتا تھا۔ اور کسی دوسرے کے خیالات الفاظ کے ذریعے اُس کی فہم وعقل تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ جنہوں نے صحیفۂ قدرت کا مطالعہ کیا ہے اُن کا بیان ہے۔ کہ دیگر حیوانات کا اب تک یہی حال ہے۔ اب دیکھو اس سے نتیجہ کیا نکلا۔ فطرت صحیحہ اور حواس یہ دو قوتیں تھیں جس پر انسان کے تمام کاموں کا دارو مدار تھا۔ اور اسی لئے بہت کم کبھی جھگڑا ہوا کرتا تھا۔ اور جھگڑا اُسی وقت ہوا کرتا تھا۔ جب کوئی معقول وجہ جھگڑنے

کی ہوتی تھی - مثلاً کسی دوسرے کے حقوق پر دست درازی کرنا - اب سوچو کہ آج ہمیں کیا تماشا نظر آتا ہے - فرقے اور جماعت بندیاں - تفرقہ اور تقسیم - صرف اس لئے کہ انسان میں قوت ناطقہ جیسی بے بہا نعمت اپنے کمال تک پہنچ گئی ہے - انسان اپنے بھائی کی بات کو اچھی طرح خود تو سمجھتا نہیں اور لفظ پرستی میں پڑ کر اور اپنی پسند کے خاص لفظوں پر ضد کر کے باقی سب باتوں کو ناجائز اور غلط بتاتا چلا جاتا ہے - جس سے بڑھ کر اور کیا حماقت ہو سکتی ہے خوب سوچو اور غور کرو - کہ الفاظ کی مثال چھلکے کی ہے اور جو اُس کے اندر مفہوم و معنی ہوتے ہیں اُس کی مثال مغز کی ہے - پس الفاظ کے ان بہت سی قسم کے چھلکوں کے اندر مغز یعنی معنی و مطلب وہی ایک ہی ہوتا ہے - ایک ہی قسم کے خیالات کو مختلف لوگ جب مختلف لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں تو ایک ظاہر پرست انسان لفظوں کے اختلاف کو حقیقی جدا سمجھ کر لڑنے جھگڑنے لگتا ہے - پس ایسٹر کی تقریب پر میں اپنا یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہوں کہ صلح و امن کے زمانہ کی یادگار میں ہمیں یہ چاہیئے - کہ اپنی عالمانہ تصنیفات ظاہری و باطنی کو ترک کر کے ذرا دیر کے لئے طاق پر رکھ کے سچائی کی سونے کی چڑیا کو پکڑنے کی کوشش کریں +

اوّل - اس تمام کائنات کے متعلق چونکہ ساری دنیا میں ایک ہی قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں - اس لئے اس پر زیادہ نقد دینے کی ضرورت نہیں +

دوم - خدا کے متعلق جو خیالات تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں وہ بھی ایک ہی قسم کے ہیں - اس کو میں ذرا تفصیل سے بیان کرتا ہوں - کیونکہ اس بارے میں آجکل عجیب و غریب افواہیں پھیلی ہوئی ہیں - سب سے پہلی یہ غلطی یوں پیدا ہوئی ہے - کہ مختلف زبانوں کی وجہ سے خدا کے مختلف نام ہیں اور زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے نام مختلف ہونے چاہئیں تھے - مگر لفظ پرستوں نے اس سے مغائرت پیدا کر لی مثلاً عربی میں خدا کو اللہ کہتے ہیں - چینی میں شانگ ٹی یا ٹین چو - فارسی میں خدا - روسی میں بوش - انگریزی میں گاڈ +

پس اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ایک قوم کا جو خدا ہے - وہ دوسری قوم کا نہیں کس قدر نادانی ہے - اگر عرب خدا کو اللہ کہتے ہیں اور ہم گاڈ - تو ہم تو گاڈ کو مانینگے اللہ کو نہیں

مانینگے۔ یہ کتنی بڑی حماقت ہے۔ دنیا میں بے شمار قومیں ہیں جو خدا کو مختلف ناموں سے پکارتی ہیں۔ لیکن خدا وہی ایک ہے جو سب قوموں کا خدا ہے۔ اس بات میں تعصب سے کام لینا خطرناک غلطی ہے۔ پس جب ہم عرب کے بیابان سے ایک نبی کی آواز سنتے ہیں۔ کہ لا الٰہ الا اللہ۔ کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے۔ تو ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئیے۔ ہم سے تو وہ دیوانہ فقیر ہی اچھا تھا۔ جو ایک تثلیثی مذہب ہندوستی سے جب اسلام میں داخل ہُوا۔ تو خدا کی توحید کو یاد رکھنے کے لئے اپنی ران پر برابر سوئی مارتا رہتا تھا۔ اور ہر ضرب کے لگنے پر بلند سے "ایک" کہا کرتا تھا +

الغرض اگر ہم اسی طرح تعصب سے کام لیتے رہینگے۔ تو بہت مشکل پڑیگی۔ کیونکہ ہم کو اس بات کا علم ہے کہ چینی۔ ہندی۔ ایرانی۔ عربی وغیرہ ہماری طرح ہَوا سے تنفس لیتے ہیں۔ تو پھر ہم کیوں ہَوا کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً پانی وغیرہ سے تنفس نہ لیا کریں +

جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں ہمیں ان سے مماثلت ہے تو مذہب کے بارے میں اگر کسی خاص حصہ میں مماثلت پیدا ہو جائے۔ تو ہمیں کیوں دکھ ہوتا ہے +

میرا اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں۔ کہ دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں وہ سب ایک ہی ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ زرتشتیوں کا فلسفیانہ مذہب۔ کا معقول مذہب۔ مسلمانوں کا عملی دین۔ ہندوؤں کا رسموں سے بھرا ہُوا مذہب۔ عیسائیوں کا سادہ دین۔ یہودیوں کا قدیم مذہب۔ سب کے سب ہر پہلو سے ایک ہی ہیں۔ کچھ شک نہیں۔ کہ ان میں مماثلت بھی ہے۔ مگر بہت سی باتوں میں اختلاف بھی ہے میرا مطلب تو صرف یہ ہے کہ مذاہب مختلف ہیں مگر جس خدا کو یہ تمام مذاہب پیش کرتے ہیں وہ وہی ایک خدا ہے۔ جو سب کا خدا ہے اس امر کو صاف کرنے کے لئے میں مفصلہ ذیل مثال پیش کرتا ہوں +

خلیفہ ہارون رشید علیہ الرحمتہ اپنی نفاست طبع اور عیش پسندی کے لئے مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ اس نے اسی مسئلہ کی مشکلات کو مدنظر رکھ کر اپنے باغ میں گرمیوں کے لئے ایک نہایت عالیشان اور خوشنما بارہ دری بنوائی۔ جب وہ تعمیر ہو چکی تو حکم دیا کہ ایک کمرہ میں جہاں سے دریا نظر آتا تھا۔ ایک ہی رُخ پر کئی ایک کھڑکیاں بنوائی جائیں۔ اور

ہر ایک کھڑکی کے شیشے علیحدہ علیحدہ رنگ کے ہوں +

اگر ایک کھڑکی کے شیشے سُرخ ہوں تو دوسری کے سبز۔ تیسری کے زرد۔ تو چوتھی کے نیلگوں وغیرہ وغیرہ۔ ایک دن اُس بارہ دری میں ایک بڑے فاضل شیخ زمانہ کو وہ اپنے ساتھ لے گیا۔ اور ایک کھڑکی کے پاس کھڑا کرکے اُس سے کہا کہ اس کھڑکی میں سے دیکھو اور بتاؤ کہ دریا کا رنگ کیا ہے؟ شیخ نے کہا کہ امیر المومنین نیلا ہے۔ پھر اسی طرح خلیفہ ہارون رشید نے دوسری کھڑکیوں کو پردے میں چھپا چھپا کر اور صرف ایک کو کھلی رکھ کر ہر ایک کھڑکی پر شیخ کو لے جا کر دریا کا رنگ دریافت کیا۔ اور شیخ نے کھڑکی کے رنگ کے مطابق ہر ایک کھڑکی پر دریا کا نیا رنگ ہی بتلایا۔ جب اُس کمرہ سے باہر نکلے تو خلیفہ نے شیخ سے کہا "کہ دنیا کے لوگ مختلف کھڑکیوں پر کھڑے ہیں۔ اور ایک ہی چیز کو مختلف رنگ کے شیشوں کی وجہ سے مختلف رنگ میں دیکھتے ہیں"۔ یہ حقیقت آج بھی نظر آسکتی ہے۔ ایک فاضل جو ایک مشرقی اُستاد کا شاگرد ہے۔ اپنے اُستاد کی کھڑکی میں سے ہی دیکھتا اور مشرقی کہلاتا اور خود بھی ظاہر کرتا ہے۔ اس کے خلاف ایک مشرق کا رہنے والا۔ جو مغرب میں تعلیم پاتا ہے۔ وہ اپنے وطن کی حسن نگاری اور مضمون آفرینی کو خیرباد کہہ کر مغربی بن جاتا ہے +

عقلی فلسفہ مشرق کی کُنجی ہے اور طبعیات کے ماتحت علوم مغرب کی کُنجی ہے

۔ اور یہ کنجیاں بدل کر مختلف تالوں میں لگائی جائیں تو وہ نہ لگیں گی۔ لیکن کیا ہم اُسی دھات کی جس کی کہ ایک تالے کی کنجی بنی ہوئی ہے دوسرے تالے کے لئے کنجی نہیں بنوا سکتے ضرور بنوا سکتے ہیں۔ بڑے بڑے جلسوں اور مجموعوں میں تقریر کے دوران جب میں سنتا ہوں۔ کہ جو مشرق کے لئے موزون ہے وہ مغرب کے لئے موزون نہیں ہو سکتا۔ تو میری حیرت اور استعجاب کی حد نہیں رہتی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ہر روز یہ بات غلط ثابت ہوتی چلی جاتی ہے۔ انگریز اور یورپین لوگ کثرت سے مشرقی مذاہب قبول کر رہے ہیں۔ دو مذہب بالخصوص جو مقبول ہوتے ہیں۔ وہ اسلام اور بدھ مذہب ہیں۔ لیکن اسلام میں داخل ہونے والے زیادہ ہیں۔ اس لئے کہ اس کے اصول عالمگیر ہیں اور ہر ایک حالت و زمانہ کے مطابق ہیں۔ اسلام انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہدایت کی راہ بتاتا ہے لیکن بدھ

مذہب کے دقیق غوامض ایسے ہیں جن کو سوا ایک فاضل کے دوسرا سمجھ نہیں سکتا۔ پھر اگر ایک فاضل بدھ مذہب قبول بھی کرتا ہے۔ تو وہ درحقیقت اسلام کے لئے راہ صاف کرتا ہے۔ کیونکہ اوّل تو اصُولوں میں بہت کچھ مماثلت ہے۔ دوسرے جب ایک شخص بدھ مذہب قبول کرتا ہے تو اُس کو اپنی عقل سے کام لینے کی عادت پڑتی ہے۔ اور جہاں آدمی عقل سے کام لینے لگا۔ تو پھر وہ ایک دن اسلام کا حلقہ بگوش ہوکر رہیگا۔ پس انگریزوں اور یورپین لوگوں کے مشرقی مذاہب قبول کرنے سے یہ بات تو بالبداہت غلط ہوگئی کہ جو مشرق کے لئے موزون ہے وہ مغرب کے لئے نہیں۔ بلکہ علم و ادب کا تقاضا ہے۔ کہ مشرق و مغرب مل جائیں۔ اور اس ملنے کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ انسان کی ترقیات خیالات کا دائرہ وسیع ہو جائیگا۔ اور اُس کا تجربہ بڑھیگا۔ یہاں تک کہ وہ دیکھ لیگا کہ اکثر مختلف مذاہب مختلف رنگوں کے شیشے ہیں جن میں سے تمام دنیا کا خالق رب العالمین نظر آتا ہے ٭

پس لوگوں میں مخالفت اور عناد اس بات پر ہونا کیسا غلط ہے۔ کہ دوسرا فریق ہماری نگاہوں سے کیوں نہیں دیکھتا اور ہمارے قلب کی طرح اُس کا قلب بھی کیوں نہیں سمجھتا۔ بلکہ بجائے اس کے یوں ہونا چاہئے۔ کہ دنیا کے مذاہب کے متعلق جو کچھ متعصب نکتہ چینوں نے لکھا ہے اُن سب سے قطع نظر کرکے خود اُن مذاہب کی تحقیق کریں اور یہ بلکہ ممکن ہے کہ ہمیں مذاہب کے مختلف شیشوں میں سے کسی شیشے سے خدا کی معرفت کا منظر کچھ ایسا خوبصورت نظر آوے کہ اپنے پہلے شیشے کو ترک کرکے یہ نیا شیشہ اختیار کرلیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اپنے طریق نظر کو بدل دیں۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر تنگ دلی کیا ہوگی۔ کہ تحقیقات کے وقت تعصب کو مدنظر رکھ کے اپنے پُرانے عقیدہ کو ہی چمٹے رہیں اور حق کو قبول نہ کریں ٭

کچھ سالوں سے بہت سے انگریز فضلا نے اپنی توجہ کو مشرقی علم ادب کے وسیع مناظر کی طرف پھیرا ہے۔ اور اس کے تراجم کرنے اور مغرب میں اُن کو رواج دینے کے لئے اپنی زندگیاں اور قابلیتوں کو وقف کر دیا ہے۔ لیکن کیا اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ وہ لوگ انگریز شعرا مثلاً بائرن۔

ملٹن۔ ڈرائیڈن۔ ٹینی سن۔ شیکسپیر۔ ورڈسورتھ وغیرہ ہم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان فصحا و بلغا کی عزت اُن کے قلب میں زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اُن کی نگاہ زیادہ وسعت سے ان لوگوں پر پڑتی ہے بہ نسبت اُن کے جو اپنی تنگ نظری سے یہی سمجھے بیٹھے ہیں کہ ان کے سوا دنیا میں اور کوئی ہے ہی نہیں۔ حالانکہ یہ لوگ کل کا جزو ہیں۔ جس طرح سیاحت کرنے سے انسان دوسرے ملکوں کی خوبیاں اور اوصاف کو دیکھ کر اپنے ملک کی خوبیوں کو ایک نئے رنگ میں بہتر اور زیادہ صاف طریق پر جانچ سکتا ہے۔ اسی طرح ایک مخلص اور سرگرم سچا محقق دوسری قوموں کے علم و ادب اور مذہب کو مطالعہ کر کے اپنی نگاہ کو زیادہ وسیع اور اپنی رائے کو زیادہ وزن دار بنا سکتا ہے۔ جب کوئی شخص علم کی کسی خاص شاخ میں فاضل منتہی بننا چاہتا ہے۔ تو اس کا یہ کام نہیں ہوتا۔ کہ وہ صرف اسی شاخ کو پڑھا کرے اور بس۔ نہیں بلکہ وہ بنیادی اصول کے طور پر بہت سے علوم مطالعہ کرتا ہے۔ تاکہ جب وہ آخر میں اُس خاص شاخ کی طرف توجہ کرے جس میں وہ منتہی بننا چاہتا ہے تو اُس وقت اپنی شاخ کو علم کی دوسری شاخوں سے صحیح نسبت اور رشتہ پر قائم رکھ سکے۔ اور علوم خفیہ کی دوسری شاخوں سے اُس کو تعصب اور اعلمی ...

الغرض میرا مطلب یہ ہے۔ کہ آئندہ موسم میں غور اور توجہ کے لئے یہ مضمون میں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ نظروں کو وسیع کرو۔ اور خاص رعایت کی نہ کرو اور یہ حسد اور رقابت چھوڑ دو کہ ساری کی ساری سچائی صرف تمہارے پاس ہے اور کسی کے پاس کوئی سچائی نہیں۔ کچھ عرصے کے لئے سب جھگڑے برطرف کر کے کسی دوسری قوم کی روح اور نظام کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں اور علومی زندگی کی راہ کو دوسروں کے ساتھ بھی طے کر کے دیکھیں کہ کیا واقعی اس راہ میں ابھی ہمیں دوسروں سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اور بالکل ممکن ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے۔ اُس سے زیادہ بہتر چیزیں ہمیں نظر آویں۔ اور طبیعیات کے علوم باطنی کو عقلی فلسفہ سے تبادلہ کر لیں۔ علم طبیعیات کا سارا زور خشک بدیہیات پر رہ جاتا ہے اور انسان کو اعلےٰ باطنی قوتوں سے کام لینے سے جن کا تعلق ملاءِ اعلےٰ سے ہے۔ اور جہاں کی ہوا ابدی جنت کی خوشبو سے معطر ہے روک دیتا ہے عقلی فلسفہ پھولوں کی ایک کتاب کی طرح یا اُس روغن کی طرح ہے۔ جس کے وہ تو گلاب کے پھولوں کی

تختہ ہندیاں ہوں لیکن رُوحانی امور کی تعلیم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کون دے سکتا ہے تعلیمی دنیا کی فضیلت علمی کے جبہ پوش ان معاملات میں خاموش ہیں سوائے اس کے کہ اُس ذات کی طرف اشارہ کردیں جس سے زندگی پیدا ہوئی اور جس میں ہو کر زندگی قائم ہے۔ ہر ایک آدمی کو بطور خود ہی اللہ تعالیٰ کو پانے کی کوشش کرنی ہے۔ کوئی پادری وسیلہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ آدمی رُوح ہے۔ اور رُوح کا کمال یہی ہے۔ کہ وہ خود خدا تک پہنچ جائے اپنے لئے سچائی کی کتاب کے صفحات کو تلاش کرو۔ اور جس جگہ اللہ تعالیٰ کو انسانی رُوح سے نہایت صفائی سے ہم کلام ہوتا ہوا پاؤ۔ اُسی راہ کو اختیار کرلو +

شام ہو چلی ہے اور پرندوں کا چہچہانا بھی ختم ہونے پر ہے۔ میں تم سے دیر سے باتیں کرتا رہا ہوں۔ آخر جسم کو آرام کی اور رُوح کو تسکین کی ضرورت ہے۔ میں نے کوشش کی ہے۔ کہ یہ دن تمہارے لئے بابرکت ہو اور تم کو ایک سچے نور کی شناخت نصیب ہو۔ ایک عربی مثل ہے۔ کہ جس دن کوئی علم حاصل نہ ہو۔ وہ دن ضائع گیا۔ کیا تم تمام علوم حاصل کر چکے۔ یا یہ چاہتے ہو کہ تمہارا کوئی دن ضائع نہ ہو۔ اور روز بروز نیا علم حاصل کرو اور جو روز [illegible] علم حاصل کرتا ہے۔ وہ ہر روز اللہ تعالیٰ کے باغ میں سے ایک نیا پھول توڑتا ہے اور خدا کی دارالسلام میں زندگی بسر کرتا ہے +

خطبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سورت نمبر ۱۰۷ دین یعنی مذہب

(از پروفیسر پارکنسن صاحب)

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ وَیَمْنَعُوْنَ

ترجمہ "(۱) کیا تو نے دیکھا اُس شخص کو جو مذہب کی تکذیب کرتا ہے (۲) یہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ (۳) اور مسکین کو کھانا کھلانے کے لیئے (دوسروں کو) ترغیب نہیں دیتا (۴) افسوس ایسے نمازیوں پر (۵) جو اپنی نمازوں (کی حقیقت) سے غافل ہیں (۶) (اپنی عبادتوں کو) ریاکاری کے طور پر ظاہر کرتے ہیں (۷) اور محتاج کی مدد سے انکار کرتے ہیں"

ہمیں ماننا پڑیگا کہ مذہب ایک عالمگیر چیز ہے۔ یعنی یہ تمام بنی نوع انسان میں خواہ وہ کسی قوم فرقہ قبیلہ میں سے ہوں پایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی بول اُٹھے کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جن کا کوئی بھی مذہب نہیں۔ لیکن یہ قلت تدبر اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے مذہبی رنگ جس جس شکل میں اپنی جلوہ نمائی کرتا رہتا ہے۔ بہت اور مختلف ہیں چنانچہ جادو اور بھوت اور پریت کے عقیدوں اور بُت پرستی و توہم پرستی سے لے کر توحید کے اعلےٰ منازل تک سینکڑوں مذہب ہیں۔ جو جاری و ساری ہیں +

مذہب کیا ہے؟

اِس سوال کا جواب دینے کے لئے بہتوں نے کوشش کی ہے اور اس کی بہت سی تعریفیں بنائی گئیں۔ لیکن کوئی تعریف ایسی نہ بن سکی جو قبولیت عامہ کا شرف رکھتی۔ سب پر اعتراض پڑتے ہیں اور اس کی وجہ خاص یہ ہے۔ کہ جس بات کو کوئی شخص یا فرقہ مذہب سمجھتا ہے۔ دوسرے اُسے مذہب کے مخالف سمجھتے ہیں یا کم سے کم یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا سائنس اور فلسفہ کے رو سے جو تعریف کی جائیگی وہی ہر ایک پہلو سے جامع ہوگی۔ جن لوگوں نے مختلف تعریفیں کی ہیں۔ اُن میں بعض نے تو پُرانے مذہبی قصوں کو درمیان سے نکال دیا ہے۔ اور بعض نے رسم پرستی کو جواب دے دیا ہے اور بعض نے معرفت الٰہی کو اور مذہب کو جدا کرنا چاہا ہے۔ میکس میلر اور دوسرے یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ مذہب دراصل فطری جذبات یا احساسات کا نام ہے۔ جنہوں نے مذاہب کا مطالعہ کثرت سے کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ پُرانے قصے۔ رسم پرستی۔ اخلاق اور معرفت الٰہی یہ مذہبی رنگ کے ساتھ لازم ملزوم کی طرح رہے ہیں اور اُن کا تعلق فطری جذبات اور احساسات کے ساتھ ہمیشہ رہا ہے۔ گو ماننے والا ان باتوں کو محسوس

کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ ناظرین میں سے کسی کو اس بارے میں شک ہو۔ تو میں اُن کی خدمت میں عرض کرونگا۔ کہ وہ اپنے نفس میں ہی غور کرتے رہیں اور وہ دیکھینگے۔ کہ اُن پر کبھی ایک وقت ایسا آئیگا۔ کہ وہ عادات اور اعتقادات جو بچپن میں سیکھے تھے اور جنہیں اب غلط یا توہمات سمجھا جاتا ہے۔ باوجود ترک کر دئے جانے کے بے اختیار پھوٹ پڑینگے۔ میں خود اسی کا تجربہ کار ہوں اور اکثر ہم میں سے اس کا تجربہ کر چکے ہونگے +

مذاہب کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ کسی مذہب کے رسومات۔ ارکان۔ خیالات کو ہم علٰحدہ سمجھ کر رد نہیں کر سکتے۔ وہ مذہبی محسوسات کے اظہار کے ذرائع ہیں۔ جو شخص اُس مذہب کا پیرو ہے۔ وہ اُنہیں ویسا ہی فرض سمجھتا ہے جیسے ہمارے زمانہ کی تہذیب میں اعلٰے درجے کا اخلاقی مذہب رکھنے والے کے لئے اخلاق فاضلہ ضروری ہیں پادری جے میکڈانلڈ فرماتے ہیں "۔ مذہب کی تعریف اپنے وسیع معنوں میں یہ ہو سکتی ہے۔ کہ مذہب غیب کے ساتھ انسانی تعلق اور رشتہ کا نام ہے۔ انسانی تخیل کی ابتدائی حالتوں سے پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ کس طرح بڑے بڑے مذاہب جن کے کثرت سے لوگ مختلف زمانوں میں پیرو رہے ہیں پیدا ہوگئے۔ مذہب کے عنوان کے نیچے نہ صرف غیب کی روحانی ہستیاں آجاوینگی بلکہ بے شمار رسومات۔ توہمات اور افسانہ جات بھی شامل ہیں جن کو راہ چلتے اور فضلا اب ہی تو زمانہ موجودہ میں آکر ہیچ اور باعث ذلت سمجھنے لگے ہیں" +

کسی سائنٹیفک محقق مذہب کے لئے تو مذکور بالا تعریف ٹھیک ہے۔ مگر ایک فلسفی یہ اعتراض کریگا۔ کہ اس تعریف میں مذہب کی رُوح تو آئی ہی نہیں جو تمام مذاہب کے اندر موجود ہے۔ چنانچہ ایک دن میں ایک عیسائی پادری سے بات کر رہا تھا۔ دوران گفتگو میں اُس نے مجھ سے مذہب کی تعریف پوچھی اور اُس وقت برجستہ جو کچھ میں نے جواب دیا وہ یہ تھا "ایک انسان کا مذہب اُس کا وہ اخلاص اور سرگرمی ہے جو وہ اپنے عقائد یا علم کو جنہیں وہ سچا سمجھتا ہے عمل میں لانے کے لئے دکھاتا ہے"۔ پادری صاحب نے کہا۔ کہ "آپ میری نسبت کیا کہینگے۔ جس حالت میں کہ مجھے ایسی کوئی سرگرمی نہیں"۔ اگر وہ میرا رشتہ دار نہ ہوتا اور اسی لئے میں اُسے خوب جانتا نہ ہوتا۔ تو اُس کے اس سوال سے

مجھے یہ خیال ہوتا۔ کہ محض تنخواہ کی خاطر انجیل کی منادی کیا کرتا ہے۔ لیکن بوجہ ذاتی واقفیت کے بیں اُسے خوب جانتا تھا۔ کہ اُس کو عیسائیت کی سچائی پر کامل یقین ہے۔ پس میں اپنی مذکورہ بالا تعریف کو فلسفہ کے رُو سے درست سمجھتا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ مجھے اس کا یقین نہیں کہ سرگرمی کا لفظ اُس خیال یا قوت یا تحریک کا مفہوم ٹھیک بھی ادا کرتا ہے یا نہیں جو ایک شخص کو اُن سچائیوں پر جن کو وہ سچا سمجھتا ہے عمل کرنے کے لئے برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔

ہمارے تمام چال چلن کی بنیاد مذہب ہے مذہب ہمارے اعمال کا ہادی ہے۔ اور اسی کے ذریعے ہمیں تحریک ہوتی ہے۔ کہ اُس علم کو جو ہم رکھتے ہیں اور جسے ہم صحیح سمجھتے ہیں اور جسے ہم حق اللہ اور حق العباد سمجھتے ہیں عمل میں لاویں۔ تمام وہ خیالات مذہبی کہلائینگے جو کشمکش ہستی میں ہمیں سنبھالتے رہتے ہیں۔ یا کم سے کم ہمیں یقین ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور جو ہمارے اعمال کو سدھارتے اور انسانی توجہ کو اپنے سے اعلےٰ اور پاکیزہ مقاصد کی طرف پھیرتے ہیں۔ ایک صوفی کی یہ بات تو درست ہے۔ کہ وہ اپنی نفسانیت سے پاک اور بکلی آزاد ہونے کی کوشش کرے۔ مگر اُس کی یہ بات غلط ہے۔ کہ اپنے تئیں صرف خدا کے خیال میں ہی مستغرق رکھے۔ اُس کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم اس زمین کے بنے ہوئے ہیں اور دنیوی ہیں اور انسانی کنبہ کے ایک جزو ہیں۔ پس کچھ ہمارے فرائض دوسرے لوگوں کے متعلق بھی ہیں۔ جن کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے ارکانوں میں سے قرار دیا ہے۔ انسان اپنے کمال کو تب ہی پہنچتا ہے جب وہ دوسرے لوگوں کے حقوق کو بھی پوری طرح ادا کرتا ہے۔ زندگی خود کوئی قیمتی چیز نہیں۔ ہاں قیمتی چیزیں پیدا کرنے کے لئے یہ انسان کو ایک موقع دیا گیا ہے۔ اس کی قیمتی باتیں یہی ہیں۔ وہ اعلےٰ سے اعلےٰ تخیلات و تصورات ہیں جن کی ذہن میں تصویر کھینچتے ہیں اور وہ پاکیزہ خیالات ہیں جو ہم دوسروں تک پہنچاتے ہیں وہ نمونے ہیں جو ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ اعمال ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ یہ ہے ہمارا مذہب عمدہ سے عمدہ اور اعلےٰ سے اعلےٰ شکل میں یہ سورت جسے میں نے ابھی تلاوت کیا ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے زمانے کے اوائل میں ہی نازل ہوئی تھی

جو دنوں باوجود ابتدائے زمانہ وحی اور رسالت ہونے کے اور کفار کی نہایت سخت مخالفت اور ایذا رسانی اور تمسخر کے آپ نہایت فصیح و بلیغ رنگ میں خدا کا پیغام پہنچایا کرتے تھے اس سورت میں اسلام کے بعض اصولوں کو اپنے مخالفوں کے افعال کی تردید میں استفہام کی شکل میں پیش کیا ہے۔ تا کلام میں زیادہ زور اور طاقت پیدا ہو اس سورت میں جو اصول ہیں وہ صرف مکہ والوں کی بعض کرتوتوں کے رد کے لئے ہی نازل ہوئے تھے۔ بلکہ ہمیشہ اور ہر زمانہ کے لئے ہیں مسلم ہو یا غیر مسلم ساتویں صدی عیسوی کے مکے والے ہوں یا آج کے مسلمان سب کے لئے یہ سورت دستور العمل پیش کرتی ہے۔ اس کے ابتدائی الفاظ ہی اعلےٰ اخلاق فاضلہ کو حرکت میں لاتے ہیں یعنی اُن لوگوں کی مدد کے لئے تحریک کرتے ہیں جن کا کوئی عزیز قریبی نہیں جو اُن کی مدد کر سکے یا اُن کا رہبر بن سکے۔ پھر یہیں تک نہیں بلکہ اس سورت کا منشاء ہے کہ اس نیکی کے نہ صرف تم مرتکب ہو بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تحریک کرو۔ جو ایسا نہیں کرتا اور یتیم کو دھکے دیتا ہے وہ مذہب کی تکذیب اور تحقیر کرتا ہے۔ کوئی سچا مسلمان ایسے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ لیکن یہیں تک بس نہیں بلکہ مزید برآں یہ بھی فرمان ہوتا ہے۔ کہ محض ایک فرض کا ادا کر دینا کچھ قدر و منزلت نہیں رکھتا جب تک کہ اُس کے ساتھ اخلاص اور نیت خالص لوجہ اللہ نہ ہو۔ چنانچہ غفلت و بے پروائی اور ریاکاری کے خلاف یوں جتایا جاتا ہے۔ کہ فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الخ یعنی افسوس ہے اُن لوگوں پر جو نماز تو پڑھتے ہیں اور نماز کے مقصد سے غافل ہیں۔

نماز ایک روحانی چیز ہے۔ پس اس کا مقصد یہ تو ہے نہیں کہ اس کے پڑھنے سے کوئی دولت مل جاتی ہے یا ہمارے سروں پر دنیوی منافع یا اعزاز کی بارش ہو نکلتی ہے۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ ہمیں نیکی کی تحریک ہوتی رہے۔ ہم میں خدا کی رحمت پر نئی سے نئی توقعات پیدا ہوں۔ ہم میں نئی قوت اور روحانی تر و تازگی پیدا ہو اور ہم میں ایک ایسی روح پھونکی جائے جس سے ہم اسلامی صراط مستقیم پر جو راستبازی اور انسانی کی ادائیگی فرائض کا صحیح رستہ ہے مضبوطی اور درستی سے چل سکیں۔ خالص نماز سے ظاہر جسم نہیں بلکہ روح پر ایک خاص اثر پڑتا ہے۔ ہاں جوں جوں ہم روحانی ترقی کرتے ہیں ظاہر

عادات و اخلاق پر بھی نہایت پاکیزہ اثر پڑتا چلا جاتا ہے۔

صرف روزانہ مسجد میں حاضر ہونا اور ایک خاص طریق پر عبادت کر لینا ہی کافی نہیں ہے ایک شخص جو کبھی بھی مسجد میں نہیں آیا ایک ایسے شخص سے جو روز مسجد میں آتا ہے بہتر ہو سکتا ہے۔ ریاکاری کے طور پر محض ظاہری قانون کی پابندی اور درمیانی اوقات میں ہر ایک مذہبی فرض کو بھلا دینا اسلام نہیں ہے۔ خیر خواہ قوم بنتے پھرنا اور شہرت یا سرکار سے اعزاز طلبی کے لئے خیرات کرنا اور کچھ مادی نفع لوگوں کو پہنچا دینا۔ اسلام نہیں ہے کسی عمل کا ایک مذہبی فرض ہونے کی وجہ سے رسمی طور پر ادا کر دینا اسلام نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے تمام افعال نہایت خالص اور مضبوط مذہبی اور روحانی عقائد پر مبنی ہونے چاہئیں۔ محض ظاہری رسومات چھلکے کی طرح ہیں جو اسلام کا مغز نہیں ہیں۔ جب تک رُوح بھی نہایت خلوص کے ساتھ اعمال کے بجالانے میں شریک نہ ہو۔ بہتر ہو کہ وہ کام کیا ہی نہ جائے۔ پاک دل اور راستباز روح اور خالص نیت نجات کا صحیح راستہ اور اسلام کا اصلی مقصد ہیں ؛

احادیث نبوی

اقوال و افعال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

(مترجمہ شیخ فیروز الدین مراد ایم۔ ایس۔ سی۔ بی اے اسسٹنٹ پروفیسر علوم طبعیات،
ایم۔ اے۔ او۔ کالج علیگڈھ)

نمبر ا۔ دُنیا کی اور کسی قوم نے اپنی ابتدائی تاریخ کے بیان کرنے میں صحت اور صداقت کو ملحوظ رکھنے کے لئے اس قدر تکلیف نہیں اُٹھائی جیسا کہ مسلمانوں نے تمام قوموں کے مورخ سوائے مسلمانوں کے صرف اسی قدر پر مطمئن ہو گئے ہیں کہ واقعات کو ایک مسلسل رنگ میں بیان کر دیں۔ اور شاذو نادر اسبات کی پروا کرتے ہیں۔ کہ ان واقعات کی بنا

چشم دید شہادت پر رکھیں۔ نہ ہی پہلے راوی یا مورخ کی حالت یا حافظہ کی وہ چنداں پرواہ کرتے ہیں مگر مسلمانوں نے گذشتہ واقعات کی صداقت کو معلوم کرنے کے لئے دوسری قوموں کی نسبت ایک اعلےٰ معیار کو اختیار کیا ہے۔ وہ صرف سُنی سُنائی باتوں پر کوئی اعتبار نہیں کرتے اور ان کے نزدیک تاریخی واقعات کا راوی خود تاریخ میں ایک ضروری جزو ہے بس تاریخ کی صحت کا معیار قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے حالات یعنی اس کی راست گوئی یا کذب بیانی کی عادت اور اس کے علم کے اصلی ذرائع خود اسی طرح مورخ کی تحقیقات کے نیچے آتے ہیں جیسے کہ وہ واقعات جن کو وہ بیان کرتا ہے +

کسی بیان کو جو تاریخ کے کسی واقعہ سے تعلق رکھتا ہو۔ پایہ اعتبار تک پہنچانے کے لئے یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ کیا اصل راوی اس واقعہ یا اُن واقعات کا چشم دیدہ گواہ بھی ہے جن کو وہ اپنی سند پر بیان کرتا ہے پھر اُس کے ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہونا ضروری ہے کہ وہ صادق۔ دیانتدار۔ عادل اور عاقل ہے۔ پھر اس کا حافظہ بھی قابل اعتبار ہونا ضروری ہے۔ پھر اس وقت سے لیکر اس تاریخی واقعہ کے لکھا جانے کے وقت تک جس قدر راوی اُس واقعہ کے ہوں وہ سب اپنے بیان میں ویسے ہی صادق دیانتدار۔ عادل اور عاقل ہونے چاہئیں۔ پھر اگر وہ واقعہ جو بیان کیا گیا ہے۔ ایک عام رنگ کا ہے۔ یا ایسا واقعہ ہے۔ کہ عقل چاہتی ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہو۔ تو ابتدائی راوی صرف ایک ہی آدمی نہیں ہونا چاہئے

مختصراً یہ وہ بات ضروری امور ہیں جن کا ثابت ہونا کسی گذشتہ واقعہ کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے۔ ابتدائی زمانوں کے مسلمانوں نے صرف انہی احتیاطوں کو نہیں برتا بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے رکھا۔ واقعات کی صحت کو پرکھنے کے لئے اُنہوں نے نہایت اس اعلےٰ معیار کو بھی کافی نہیں سمجھا۔ بلکہ اس سے بھی زبردست ایک معیار ایجاد کیا ہے۔ یعنی روایت کی صحت کے لئے اصول درایت کو بھی ضروری قرار دیا ہے جس کے رُو سے ان واقعات کو قطعی طور پر تسلیم کرنے سے پہلے ان کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا بھی ضروری ہے +

اصول درایت کے متعلق میں اگلے پرچہ میں مفصل بحث کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں جہاں احادیث میں اختلافات کے پہلو پر غور کرنا ہوگا۔ مگر راویوں کے حالات کی باریک تفتیش نے ایک علم پیدا کر دیا ہے جو اسماء الرجال کے نام سے موسوم ہے جو راویوں کی سوانح عمریاں پر صرف روایت کے پہلو سے بحث کرتا ہے جن باتوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ احادیث نبوی اور ابتدائی زمانہ کی اسلامی تاریخ سے یکساں متعلق ہیں۔ بعد میں مسلمانوں نے صداقت کے پرکھنے کے اس نیک اصول کو ترک کر دیا اور اب تو انہوں نے اپنے آپ کو ایسا ذلیل کر دیا ہے۔ کہ ان کا نیا آقا یورپ خواہ کیسے بھی بیہودہ سے بیہودہ جھوٹ اُن کو بتائے وہ اسے آسمانی وحی کی طرح حق سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں +

مسلمانوں نے جو کوشش کی وہ بے فائدہ نہ تھی۔ ان کے نزدیک اسلام کی گذشتہ تاریخ ہی ہر ایک چیز ہے۔ اور ان کے غیر مسلم باپ دادوں کی روایات ان کے نزدیک کچھ بھی نہیں ابھی کہ تم اسلام میں داخل ہوتے ہو تم ایک بڑے اخوت کے ...میں آ جاتے ہو۔ اسلام نے نسل نسانی کے عامہ اخوت کے اصول کو نہایت موثر طریق پر اور نہایت کامیابی سے سکھایا ہے۔ سب مسلمان گویا ایک ہی خاندان کے اجزا ہیں ملک یا نسل کا امتیاز کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتے بلکہ ساری دنیا کے مسلمان ایک ہی قوم ہیں۔ قومیت مذہب کے اندر داخل ہو جاتی ہے اور مذہب کے ماتحت ہو کر چلتی ہے۔ پس ساری دنیا کے مسلمانوں میں صرف ایک اسلام کی تاریخ ہی مشترک امر ہے خواہ وہ اس بابرکت مذہب میں شامل ہونے سے پہلے کسی ملک کے باشندے اور کسی مذہب کے پیرو ہوں +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اور پہلی چار خلافتوں کے حالات اسلامی تاریخ کی اصلی بنیاد ہے۔ اسی پر اسلام کی تاریخ کی ساری عمارت مبنی ہے۔ قرآن کریم ہمارے لئے کامل ہدایت نامہ ہے جو اصول اس کے اندر رکھائے گئے ہیں اور جن کو ہماری رہنمائی کے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں عملی رنگ میں دکھادیا ہے وہ ہمارے مذہب کا اصل سرچشمہ ہیں۔ وہ روشنی کی شعاعیں ہیں جو ہماری دنیوی زندگی کی تاریکی کو دور کرتی ہیں۔ ہم خدا کی کلام کے اصل مفہوم کو اسی وقت سمجھ سکتے ہیں۔ جب غور اور تدبر سے خود قرآن کریم اور سیرت نبوی کا مطالعہ کریں اور آپ کے اقوال و افعال اور ان لوگوں کے اقوال و افعال

کو بھی جو آپ کے قریب تر تھے یعنی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے اس پاک سرچشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کیا ان کے اقوال و افعال کو بھی اپنا رہنما بنائیں +

لفظ حدیث کے مفہوم میں وہ تمام واقعات داخل ہیں جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہوئے اور جن پر آپ نے مطلع ہو کر انہیں پسند کیا اور ایسا ہی نبی کریم صلعم کے اپنے سارے اقوال و افعال بھی اسی مفہوم کے اندر داخل ہیں۔ مجھے انگریزی زبان میں کوئی ایسا موزون لفظ نہیں ملتا جس سے لفظ حدیث کا صحیح مفہوم اس زبان میں ادا ہو سکے اور اس زبان میں مختلف اشخاص نے تین مختلف الفاظ کا استعمال اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے کیا ہے جو لفظ نقل۔ بول چال۔ اقوال کے مرادف ہیں۔ حدیث کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے بول چال کا لفظ میرے خیال میں ایک نہایت ہی ناقص اور بیہودہ لفظ ہے اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب ضرورت ہم اپنی مذہبی اصطلاحات کو یورپ کا لباس پہنائیں پس بول چال کے لفظ کو تو قطعاً ترک کرنا چاہئے۔ باقی رہا لفظ اقوال سو اس میں پورا مفہوم لفظ حدیث کا ہرگز نہیں آتا کیونکہ حدیث میں صرف نبی کریم صلعم کے اقوال ہی شامل نہیں بلکہ بہت سے اور امور بھی ہیں اور سب سے بڑھکر میں ٹریڈیشن (نقل) کے لفظ کو اس مفہوم کے ادا کرنے کے لئے ناپسند کرتا ہوں اس کا استعمال ایک نہایت مبہم طریق پر کیا جاتا ہے اور جو عظمت حدیث کی مسلمانوں کے دلوں میں ہے اس کا عشر عشیر بھی اس لفظ سے ظاہر نہیں ہوتا۔ پس یورپ کی زبانوں میں لفظ حدیث کا صحیح مفہوم ادا کرنے کے لئے بھی ہمیں کوئی لفظ تلاش کرنا ہے اس بارہ میں ہم یورپ کے مصنفین کا بلا سوچے سمجھے تتبع نہیں کر سکتے جو کبھی نقل کبھی اقوال کبھی بول چال کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں۔ لفظ کے انتخاب میں ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری غرض اس پاک وجود کے اقوال و افعال کو ظاہر کرنا ہے جو بلا شبہ ساری مخلوق میں افضل اور یگانہ انسان ہے میرے اپنے خیال میں کم از کم مسلمان مصنفین کو اصل لفظ احادیث کا استعمال ساری زبانوں میں کرنا چاہئے جس طرح کہ اصل لفظ قرآن اپنی اصل صورت میں موجود ہے جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے احادیث کے مفہوم میں وہ سب واقعات آجاتے ہیں جو نبی کریم صلعم کی زندگی میں وقوع میں آئے (سب واقعات سے مراد وہ واقعات ہیں جن کا تعلق آنحضرت صلعم کی ذات سے ہے) مختصر طور پر ہم ان کی ذیل کی اقسام کر سکتے ہیں یعنی آپ کے اقوال۔ آپ کے افعال اور وہ واقعات جو آپ کے سامنے ہوئے یا وہ واقعات جن پر آپ کو اطلاع دی گئی اور آپ نے انہیں رد نہیں کیا۔ اس لحاظ وقوع کے یہ احادیث کی تین بڑی قسمیں ہیں اور ان تینوں کے نام علیحدہ علیحدہ احادیث قولی۔ احادیث فعلی اور

احادیث تقریری ہیں ان میں سے آخر الذکر قسم کے متعلق یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ وہ تمام امور جن پر نبی کریم صلعم کو اطلاع دی گئی اور آپ نے انہیں ناپسند کیا وہ بھی اس تقسیم کے تحت آجاتے ہیں اگرچہ حدیث ایک عام لفظ ہے مگر اس کا عام استعمال اب سب کے اتفاق سے صرف حدیث نبوی پر ہوتا ہے۔ روایت کے پہلو کے لحاظ سے حادث کی تقسیم دو طرح پر ہوتی ہے ان میں سے قسم اوّل بلحاظ راویوں کی تعداد کے ہے۔ اور قسم دوم بلحاظ راویوں کے حالات اور ان کے حافظے کے۔ جب راویوں کی تعداد سارے زمانوں میں یعنی حدیث کی روایت کے سارے مراتب میں اس قدر زیادہ ہو کہ یہ ماننا پڑے کہ اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے تو ایسی حدیث کو حدیث متواتر کہتے ہیں۔ اور ایسی حدیث کو صحیح تسلیم کیا جاتا ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ ان تمام امور میں جن کا تعلق مذہب سے ہے سنت یعنی نبی کریم صلعم کے فعل کے مطابق اپنے عمل کو کریں لیکن اگر وہ احادیث جن پر سنت کا کوئی حصہ مبنی ہے ثابت نہ ہو سکتی ہوں اور یہ معلوم نہ ہو سکتا ہو کہ آیا نبی کریم صلعم کا یہی منشا تھا تو پھر ان پر عمل ضروری نہیں مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کریں جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر۔ (النساء - ۵۹) پھر اسی جگہ یہ بھی فرمایا۔ نہ وہ ایمان نہیں لاتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں نبی کریم صلعم کو حاکم نہ بنائیں۔ اور آپ کے فیصلہ کو شرح صدر سے قبول کریں اور کامل فرمانبرداری نہ کریں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ٥ (النساء ۶۵) پس جب خود نبی کریم صلعم اب ہمارے درمیان موجود نہیں تو ہماری ہدایت کے لئے یا قرآن کریم کی پاک تعلیمات ہیں یا نبی کریم صلعم کے وہ اقوال یا افعال جن کے متعلق ہم یقین کر سکتے ہوں کہ واقعی وہ آپ کے اقوال و افعال ہیں صحیح بخاری کے وہ نسخے جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں وہ اس مجموعہ احادیث کی صحیح نقل تسلیم کئے جاتے ہیں جو امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے جو ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں وفات پا گئے۔ تیار کیا تھا۔ اور ان نسخوں کو اصل مجموعہ احادیث کے لکھا جانے کی تاریخ سے لیکر ہمارے زمانہ تک وہ تواتر کا مرتبہ حاصل ہے جس سے ان کے صحیح ہونے پر یقین ہو سکتا ہے۔ مگر اس تواتر کو اجماع کے ساتھ مخلوط نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اجماع کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شرعی

معاملہ کے متعلق کسی وقت ساری امت کا اتفاق ہوگیا ہے۔ لفظ اجماع اور اجماع شرعی کے مفہوم میں بھی بڑا اختلاف ہے کیونکہ اجماع شرعی وہ اجماع مذہبی ہے جس کے متعلق نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری اُمت کا اجماع کبھی کسی ایسے معاملہ پر نہ ہوگا جو خلاف اسلام ہے۔

تواتر کے قابل تسلیم ہونے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ سارے زمانوں کے مسلمان کبھی جھوٹ پر جمع نہیں ہوسکتے اور یہ قیاس خود فطرت انسانی اور قوموں کی تاریخ کے مطالعہ سے صحیح معلوم ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ستر ہزار مسلمانوں نے خود امام بخاری علیہ السلام سے ان کے مجموعہ احادیث کو سُنا ہے۔ اور یہ سب لوگ ان کے شاگرد تھے جنہوں نے آپ سے سند حاصل کی اس کے بعد اس کتاب کے پڑھنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی چلی گئی ہے۔ اور اس کے موجودہ نسخوں کے متعلق یہ سب کا اتفاق ہے کہ یہ اصل نسخہ کی صحیح نقلیں ہیں جو خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانہ میں لوگوں کو پڑھایا۔ پس صحیح بخاری کے نسخوں کی صحت تواتر سے ثابت ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے چار ہزار احادیث کا انتخاب چھ لاکھ احادیث میں سے کیا جو آپ نے جمع کی تھیں اور پورے سولہ سال کی محنت کا نتیجہ یہ انتخاب تھا۔ صحیح بخاری میں کل تعداد احادیث کی ۷۲۷۵ ہے۔ مگر چونکہ بعض احادیث مکرر لائی گئی ہیں اسلئے مکررات کو نکال کر باقی کوئی چار ہزار حدیثیں رہ جاتی ہیں۔

امام بخاری نے نہایت ہی نیک ارادہ اور نیک نیت سے احادیث کے راویوں اور مضمون کے متعلق ٹھنڈے دل سے تنقید کی تاکہ ان احادیث کو الگ کردیں جن میں یقین اور صحت کا مرتبہ کامل طور پر پایا جاتا ہے پس ہمارے لئے اور ہمارے پیچھے آنے والوں کے لئے احادیث کی صحت کو پرکھنے کا کام بہت سی مشکلات سے صاف ہوچکا ہے ہمارا یہ ایمان ہے کہ صحیح بخاری کو جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا خطاب حاصل ہے وہ بالکل درست ہے مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سوائے انبیاء کے کوئی شخص غلطی سے پاک نہیں ہوسکتا۔ پس ہم ان تمام احادیث کو جن پر امام بخاری نے بڑی محنت سے تنقید کی ہے اس وقت تک درست مانینگے جب تک کہ ہمارے ہاتھوں میں امام صاحب کی تنقید پر جرح کے نہایت مضبوط وجوہات نہ ہوں۔ ہم کو یہ حق تو حاصل ہے کہ ہم راویوں اور اُن کے حالات پر جس طرح چاہیں تنقید کریں مگر ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے

کہ امام بخاری کو ایسی تنقید کا موقعہ ہم سے بہت بڑھ کر تھا[1]۔

قرآن کریم کے جس قدر موجودہ نسخے ہیں ان کی صحت ہر ایک قسم کے شک سے برتر ہے۔ کیونکہ ہر ایک زمانہ میں جس قدر نسخے ملتے ہیں وہ سب ایک ہی ہیں دنیا کی کوئی دوسری کتاب صحت کا ایسا دعویٰ پیش نہیں کر سکتی یہ صرف اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اور اس کی خاص حفاظت ہے کہ قرآن کریم میں کسی قسم کا تغیر تبدل یا تحریف نہیں ہوئی۔

راویوں کی تعداد کے لحاظ سے جو احادیث متواتر کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی ہیں وہ احاد کہلاتی ہیں یہاں آکر امر حق کی تحقیقات کرنے والے کو ایک بڑی شکل کا سامنا ہوتا ہے اور یہ مضمون مشکلات سے پُر اور اس میں بہت سے امور بحث طلب ہیں اور اسلئے یہ بحث بہت احتیاط اور فکر چاہتی ہے۔ احاد کی تین قسمیں کی گئی ہیں جن کے راوی تمام زمانوں میں تین یا تین زیادہ رہے ہوں وہ مشہور کہلاتی ہیں جن کے راوی دو ہوں وہ عزیز کہلاتی ہیں اور جن کا صرف ایک راوی ہے وہ غریب کہلاتی ہیں۔

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے متواتر احادیث کو سب تسلیم کرتے ہیں مگر احاد کو قبول کرنا یا ان کا رد کرنا راویوں کے حالات پر منحصر ہے وہ احاد جن کو رد نہیں کیا گیا وہ صحیح و حسن کہلاتی ہیں اور اس کا انحصار راویوں کی قوت حافظہ پر ہے کہ انہیں قسم اول میں داخل کیا جائے یا دوئم میں۔ مگر دونو قسموں میں آنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ راوی صاحب ذوق دیانتدار عادل عاقل اور نیک شہرت رکھنے والے ہوں۔ اگر ان کی قوت حافظہ اعلےٰ درجہ کی ہو تو احادیث جن کے وہ راوی ہیں بالکل صحیح تسلیم کی جاتی ہیں ورنہ حسن کہلاتی ہیں ان دونو اقسام کی احادیث کو قابل تعمیل مانا گیا ہے۔ ہاں حسن کو کم درجہ پر رکھا گیا ہے کیونکہ قوت حافظہ پر جب پورا وثوق نہ ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ترتیب بالکل صحیح ہے مگر راوی کے علم اور اس کی دینداری کے پہلو اس امر کے متقاضی ہیں کہ ہم یہ نہیں کہ اصل الفاظ کو محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہوگی۔ پس نقینی تعداد۔ حالات اور حافظہ کے سب پہلوؤں پر اکٹھا غور کرکے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں یہ لکھنے میں غلطی نہیں کرتا کہ حسن غریب اور حسن عزیز کو احتیاط کے ساتھ صحیح تسلیم کرنا چاہیے اکثر اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیحین کی احادیث یعنی وہ احادیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں

---

[1] میں نے یہ چند باتیں مختصر مثال کے طور پر لکھی ہیں کہ مجموعہ ہائے احادیث کو ہم کس نظر سے دیکھ سکتے ہیں۔ اور کسی خاص مجموعہ احادیث کی تنقید کی غرض سے نہیں اور نہ ہی اس جگہ میں اس بحث میں داخل ہونا چاہتا ہوں ہاں تمبر کے پرچہ میں جو اس مضمون پر ہوگا۔ ان امور پر بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت ہوگی۔

پائی جاتی ہیں وہ بالکل صحیح اور قابل وثوق ہیں اور نبی کریم صلعم کے اقوال و افعال کو صحت کے ساتھ محفوظ رکھتی ہیں ان احادیث کو جن پر دونوں کا اتفاق ہو متفق علیہ کہا جاتا ہے ورجو دونوں میں علیحدہ علیحدہ ہوں اُن کو بھی صحیح مانا گیا ہے مگر یہ سب صحیح احادیث کی مشروعہ تعریفیں ہیں +

وہ احادیث جن کو بالکل رد کیا گیا ہے وہ ضعیف کہلاتی ہیں ان پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ان کا ذکر یہاں ہم صرف اسلئے کرتے ہیں کہ وہ صحیح احادیث پر روشنی ڈالتی ہیں جب ہم ایک دفعہ ٹھوکر کے موقعوں سے واقف ہو جائیں تو ہم آسانی سے ان کو ترک کر سکتے ہیں پھر بلحاظ تسلسل روایت یا راویوں کے حالات میں شک کے لحاظ سے کئی اقسام پر منقسم ہیں۔ اگر تسلسل روایت پہلے راوی کے ساتھ منقطع ہوتا ہو یعنی اس صحابی کا ذکر نہ ہو جس نے پہلے حدیث کو روایت کیا تو ایسی حدیث کو مرسل کہتے ہیں اگر آخری راوی کا پتہ نہ ہو تو اسے معلق کہتے ہیں اگر دو راویوں کا پتہ نہ ہو تو ایسی حدیث کو معضل کہا جاتا ہے جب اس سے بڑھ کر انقطاع سلسلہ روایت ہو تو اسے منقطع کہا جاتا ہے پس صحیح حدیث کے لئے ضروری ہے کہ متصل مرفوع ہو یعنی اس کے سلسلہ روایت میں کوئی انقطاع نہ ہو اور یکے بعد دیگرے اس کا سلسلہ روایت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو +

راوی کے حالات مشکوک ہونے کے لحاظ سے تقسیم حسب ذیل ہے۔ اگر وہ جھوٹ بولنے والا ہے تو حدیث موضوع کہلائیگی۔ اور اگر اس پر جھوٹ بولنے کا الزام لگ چکا ہے تو حدیث متروک کہلاتی ہے باقی سب حالات میں جب یہ معلوم ہو کہ وہ محتاط نہیں یا اُس کی حدیث معتبر راویوں کی حدیث کے خلاف ہے۔ تو حدیث منکر کہلاتی ہے۔ نیچے میں نے ان اقسام کو ایک جدول کے رنگ میں دیدیا ہے جیسا کہ میں ظاہر کر چکا ہوں دوسرے پرچہ میں روایت احادیث میں اختلاف اور اس کے اسباب اور وجوہات پر بحث کرونگا اور تیسرے پرچہ میں اس بات پر کہ حدیث کے لئے ہمارے ہاتھ میں کون کون سے ذرائع ہیں جس میں صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث کا ذکر ہوگا۔ اور اس مضمون کا خاتمہ کسی قدر طویل مضمون میں اس بحث کے ساتھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت ان کی ضروریات اور ان کے فرائض پر بعض احادیث کا کیا اثر ہے +

اس جدول میں اختصار کے ساتھ وہ سب باتیں بیان کی گئی ہیں۔ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ایک مبتدی کو اس نقشہ سے نہایت سہولت کے ساتھ وہ سب باتیں سمجھ سکتی ہیں۔ جن کا جاننا احادیث نبوی کے متعلق ضروری ہے +

تقسیم احادیث

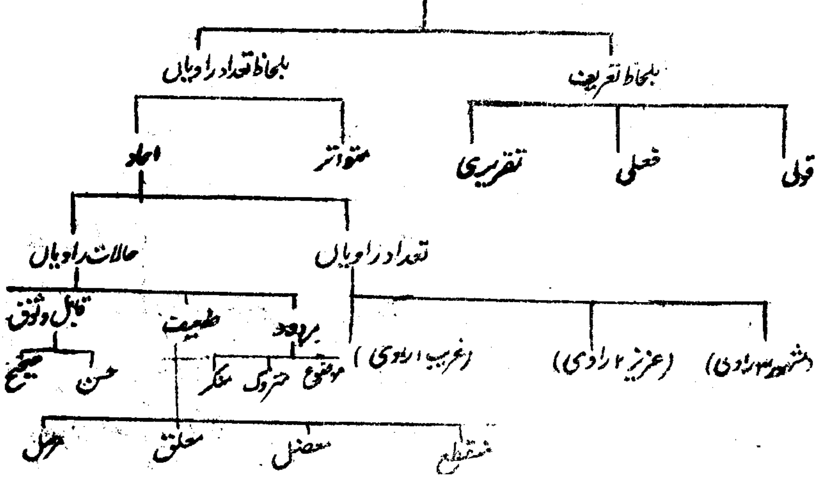

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام - ووکنگ مشن کی رپورٹ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۵ء

اس ماہ میں ولایت سے اور بہت سی روحوں کے قبول اسلام کی خبر موصول ہوئی ہے جن میں سے ایک کا نام مسٹر ...چ ہے جو بہت دیر دل سے مسلمان ہو چکے ہوئے تھے لیکن علانیہ اظہار سے تامل تھا - اب یہ سوچ کر کہ موت کا کوئی پتہ نہیں - خدا جانے کس وقت دم نکل جائے تو ایسا نہ ہو - کہ انہیں کفار میں ہی شامل سمجھا جائے حضرت مولوی صدرالدین صاحب کے ہاتھ پر علانیہ اسلام قبول کر لیا ہے ان کا نام عبدالعزیز رکھا گیا - اللہ تعالےٰ انہیں استقامت بخشے اور اسلامی برکات کا وارث بنائے - طبقہ خواتین میں سے ایک شاعرہ عورت نے جنکی اکثر نظمیں مسلم انڈیا میں چھپتی رہتی ہیں بڑے تعشق اور تپاک سے اسلام قبول کیا اور ساتھ ہی اپنے ایک بیٹے کے بھی بغرض مسلمان ہونے کی خوشخبری سنائی - یہ بہت ہی قابل اور پر جوش خاتون ہیں اور اسلام کے متعلق ان کی عاشقانہ نظمیں بہت ہی دلچسپ اور ان کی دلی کیفیت کو ظاہر کرنے والی ہوتی ہیں +

علاوہ ازیں اس ماہ میں امریکہ کا ایک معزز خاندان جس کے ممبروں میں بہت لائق اور قابل بزرگوار شامل ہیں مسلمان ہوا ہے اور تبلیغ اسلام کے لئے اُنہوں نے اپنے پرجوش ارادوں کا اظہار کیا ہے فالحمد للہ علےٰ ذالک +

اس مختصر رپورٹ سے ناظرین کرام اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب کس جوانمردی خلوص دل - ہمت و استقلال اور قابلیت کے ساتھ مقدس اسلام کے کام کو سرانجام دینے کی کوشش فرماتے ہیں ان کے ساتھ اس نہایت ہی قلیل عرصہ میں جو انہیں تبلیغ اسلام کے لئے آج تک میسر آیا ہے - اللہ تعالےٰ کی خاص تائید و نصرت شامل حال رہی ہے اور آئندہ بھی ایسی ہی خوشگوار اطلاعات کی ہمیں امید رکھنی چاہیئے - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں ؎

دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے   اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

اب بہار کے دن ہیں اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا میں ظاہر ہو اور ہر طرف اسلام ہی کا نام روشن ہو ہاں اسکی اس مشیت کو پورا کرنیکے لئے ضرور ہی ایسے پاک لوگوں کی خواہش ہے جو اپنے مال و جان کی کوئی پرواہ نہ کر کے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عملی ثبوت دیں دیکھو خواجہ صاحب نے جس وقت اپنے کاروبار کو چھوڑ کر ولایت کا عزم کیا تو کتنے لوگ تھے جو انکے اس جوش و اخلاص میں جو تبلیغ اسلام کیلئے اُنہوں نے عملی طور پر ظاہر کیا انہیں اگر اور کسی طرح کی امداد نہیں دینا چاہتے تھے تو زبان سے ہی جزاک اللہ و مرحبا انہوں نے کہا ہو اغراض کرنیوالے تو آجتک بھی اپنی معترضانہ کارروائیوں سے باز نہیں آئے لیکن مبارک ہیں وہ جنہوں نے اس پاک کام میں جناب خواجہ صاحب کی نہیں بلکہ اپنے پیارے دین کی امداد کی اور کر رہے ہیں کیونکہ وہ مشیت ایزدی کو پورا کرنے میں حتے الوسع کوشاں ہیں +

پس میں ان تمام لوگوں کو بھی جنہوں نے ابھی تک اس کام کی طرف توجہ نہیں کی - یہ کہنا چاہتا ہوں - کہ ؎

بکوشید اے جوانان تا بدین قوت شود پیدا   بہار و رونق اندر روضہ ملت شود پیدا

اردو زباندانی :- پرائمری جماعتوں کے بچوں کو اردو زبان سکھانیکی لاثانی کتاب خانصاحب اکبر شاہ خانصاحب ایڈیٹر پیغام صلح لاہور کی تصنیف ہے قیمت فی جلد ۸؍ مصنف سے طلب کریں۔

اشاعت اسلام کالج لاہور

اسلام کی بیکسی کی اس سے بڑھکر اور کیا تصویر کھینچی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں میں وہ بہت سے کاموں کا فکر کرنے والے پیدا ہو گئے۔ لیکن اگر نہیں ملتے تو وہ لوگ نہیں ملتے جو اشاعت اسلام کے مقدس کام کو سرانجام دے سکیں۔ ہندوستان میں مذاہب کا ایک زبردست دنگل قائم ہے اور اس دنگل میں ہر مذہب کے پہلوان اس وسیع جزیرہ نما کے شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک کام کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں ایسے واعظین جو صرف خدمت دین کے لئے وقف ہوں اور مقابلہ مذاہب میں ہر قسم کے ہتھیاروں سے پورے طور پر مسلح ہوں ابھی تک ناپید ہیں اور نہ ہی آیندہ ایسے واعظین کے تیار کرنیکا کوئی سامان نظر آتا ہے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے جس پر درحقیقت قوم کی زندگی اور موت کا سوال موقوف ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ایک اشاعت اسلام کالج لاہور میں کھولا ہے جس میں اسلام کے لئے مبلغین تیار کئے جاتے ہیں اس کو کھلے ہوئے قریباً پانچ ماہ ہو چکے ہیں اور قریباً دس طالب علم اس کے اندر تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن کے اخراجات کی متکفل بھی انجمن ہے جیسے جیسے اس کالج سے مبلغین تیار ہو کر نکلینگے مختلف مقامات پر ان کے لئے مرکز مقرر کر کے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا کام باقاعدہ ہاتھ میں لیا جائیگا۔ علاوہ اس کالج کے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مذاہب غیر کی تردید کے لئے ٹریکٹ اور رسالے بھی تیار کروا رہی ہے۔ اور پانچ چھ نومسلم بھی اس وقت اس کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کر رہے ہیں +

ان اخراجات کے لئے ہم جملہ اہل اسلام کو اور بالخصوص ان کو جو اپنے دلوں میں اشاعت اسلام کیلئے درد رکھتے ہیں توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنے مالوں کا ایک حصہ اس راہ میں خرچ کر کے عنداللہ ماجور ہوں عطیوں کے علاوہ بالخصوص زکوٰۃ کے روپے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ اس وقت اشاعت اسلام سے بڑھ کر کوئی نیک مقصد نہیں جس پر ایسا روپیہ صرف ہو سکتا ہو۔ روپیہ بنام جناب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور بھیجا جاوے ہر ایک رقم کی باقاعدہ رسید جاری ہوتی ہے اور انجمن ہذا رجسٹرڈ انجمن ہے +

المشتہر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور